اسلامی اقدار کا نقیب

ہفت روزہ
ترجمانِ اسلام
لاہور

نگرانِ اعلیٰ مولانا مفتی محمود

پُرزور اپیل

میں اپنے اہلِ وطن سے پُرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے افغان مہاجر بھائیوں کی بھرپور امداد و اعانت فرمائیں۔ افغان مہاجرین و مجاہدین کی امداد وقت کی اہم ضرورت ہے۔

(مولانا) مفتی محمود

اب بھی یہ زمانہ جو سنبھل جائے تو اچھا

دل اشکوں میں بہہ کر ہی نکل جائے تو اچھا
وادی میں ہی یہ برف پگھل جائے تو اچھا

جادو مرے افکار کا چل جائے تو اچھا
یہ ڈھنگ زمانے کا بدل جائے تو اچھا

سورج ہے مرے سر پہ یہ ٹل جائے تو اچھا
خود اپنی ہی گرمی سے یہ جل جائے تو اچھا

پھر اپنے ہی لائے ہوئے طوفاں میں نہ بہہ جائے
اب بھی یہ زمانہ جو سنبھل جائے تو اچھا

جو حُسن ترے پیکرِ رنگیں کا ہے مظہر
سانچے میں مرے شعر کے ڈھل جائے تو اچھا

جس درد کی موجیں ہیں رواں قلزمِ دل میں
وہ درد کناروں سے اُچھل جائے تو اچھا

مرنا تو ہے لیکن، مرے دل کی ہے تمنّا
دم آپ کے قدموں میں نکل جائے تو اچھا

اس دَور میں مشکل ہوئی تفریقِ زن و مرد
فیشن کا یہ انداز بدل جائے تو اچھا

اے کاش میں اک رات تو ناز اس کے اٹھاؤں
مہمان جو آج آیا ہے کل جائے تو اچھا

آج اُس نے مجھے "آپ" سے "تم" کہہ کے بلایا
یہ "تم" بھی اگر "تو" میں بدل جائے تو اچھا

قائم نہ رہے ربط ہی جب دل سے زباں کا
ہونٹوں پہ دُعا خود ہی مچل جائے تو اچھا

ہر ذرّہٴ رہ پر ترے قدموں کے نشاں ہیں
سلمان وہاں سَر کے جو بل جائے تو اچھا

سید سلمان گیلانی

ترجمان اسلام

جلد نمبر ۲۲ | شمارہ نمبر ۱۱

جمعۃ المبارک ربیع ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

— سرپرست —

مولانا عبید اللہ انور

— مدیر —

اکرام القادری

— مدیر معاون —

عمیر الہاشمی

بدل اشتراک

سالانہ ۶۵ روپے

ششماہی ۳۳ روپے

سہ ماہی ۱۷ روپے

قیمت

ایک روپیہ پچاس پیسے

یکے از مطبوعات

خط و کتابت: ترجمان اسلام چوک رنگ محل لاہور

قاسمی پریس پبلشر مولانا عبید اللہ انور شیرانوالہ گیٹ لاہور

سیاستدانوں سے ملاقاتیں

اسلام آباد میں بلدیاتی کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے ملک کے داخلی اور خارجی حالات کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے روس کے اس الزام کی پرزور تردید کی کہ پاکستان افغانستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کر رہا ہے۔ صدر نے تجاویز پیش کیں کہ افغانستان میں ہر قسم کی مداخلت ختم کرنے کیلئے بین الاقوامی امن فوج تعینات کی جائے۔ افغانستان کی سرحد کو مکمل طور پر بند کر دیا جائے۔ افغان مہاجرین کو فوجی تربیت دینے کے الزام کی تردید کرتے ہوئے جنرل صاحب نے کہا کہ کوئی بھی بین الاقوامی تنظیم مہاجرین کے کیمپوں کا معائنہ کر کے صورتحال معلوم کر سکتی ہے۔

ان تجاویز کے بعد بھی اگر روس دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے پاکستان پر افغانستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت اور افغان مہاجرین کو فوجی تربیت دینے کا الزام لگائے تو اس سے بڑی ڈھٹائی اور بے حیائی کیا ہو سکتی ہے۔ ساری دنیا پر اب یہ بات آشکارہ ہو چکی ہے کہ روس نے کن مقاصد کے لئے افغانستان ایسے آزاد اور خود مختار ملک میں ننگی جارحیت اور کھلی مداخلت کا ارتکاب کیا ہے، اور دنیا کے ممالک کی واضح اکثریت نے روس کی اس جارحیت کی کھل کر مذمت بھی کی ہے۔ دنیا کے گوشے گوشے سے روس کے اس گھناؤنے فعل پر نفرت اور حقارت کا اظہار کیا جا رہا ہے، مگر روس عالمی رائے عامہ کی مطلق پروا نہ کرتے ہوئے الٹا افغانستان کے ہمسایہ غیر جانبدار ملکوں پر عموماً اور پاکستان پر خصوصاً یہ الزام لگا رہا ہے کہ افغانستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی جا رہی ہے۔ یہ ہے چوری اور سینہ زوری کا کھلا مظاہرہ۔

جنرل صاحب نے اپنے طویل خطاب میں جہاں اور بہت سی باتیں کیں وہاں سیاست اور سیاستدانوں کا بھی تذکرہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ملک کو درپیش مسائل پر غور و خوض کرنے کے لئے سیاستدانوں کو دعوت دی تھی۔ بیشتر سیاستدانوں نے مجھ سے ملاقاتیں کی ہیں۔ ہماری خواہش تھی کہ ان ملاقاتوں کو خفیہ رکھا جائے مگر نہ جانے اس کی تشہیر کیسے ہو گئی؛ تاہم ان ملاقاتوں کے نتائج مثبت برآمد ہوئے ہیں اور سیاستدانوں نے حکومت کی پالیسیوں کی تائید کی ہے۔ جنرل صاحب نے کہا کہ سیاستدانوں کے ساتھ سیاسی اختلاف ہیں وہ بھی دور ہو جائیں گے کیونکہ ہم سیاسی عمل پر یقین رکھتے ہیں۔

بہت بہتر ہوتا اگر صدر صاحب سیاستدانوں سے ملاقاتوں کو خفیہ رکھنے کے حکومتی ارادے کی وضاحت فرما دیتے یا پھر حکومت کی اس خواہش کا تذکرہ ہی نہ کرتے، کیونکہ

قومی حلقوں کی تو یہ رائے ہے کہ ملک کو درپیش مسائل اور اس سلسلے میں حکومت اور سیاستدانوں کے مابین ہونے والی گفتگو عوام کے سامنے آنا چاہیئے تاکہ عوام بھی پیش آمدہ مسائل میں اپنی رائے کا اظہار کر سکیں۔

صدر صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ سیاستدانوں نے حکومت کی پالیسیوں کی تائید کی ہے۔ اس ضمن میں حکومت کی وہ کونسی پالیسیاں ہیں جن کی سیاستدانوں نے تائید کی ہے۔ کیا سیاستدانوں نے ہر حال میں ہر قسم کے تعاون کا حکومت کو یقین دلایا ہے یا موجودہ نازک صورتحال سے نمٹنے کے تعاون کی بات کی ہے۔

اکرام القادری

9/2 -80

تحریک آزادی ہند میں علماء دیوبند کا کردار

کے سلسلے میں ۲۰ مارچ بروز جمعرات بعد از نماز عشاء ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہوگا۔

بمقام: تجوید القرآن چیچہ وطنی

مقرر شعلہ بیاں

- مولانا سعید الرحمٰن علوی، ایڈیٹر ہفت روزہ خدام الدین
- مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی
- سید سلمان گیلانی

منجانب: حافظ محمد ارشد

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان، چیچہ وطنی

ہر قسم کے

ٹرنک۔ پیٹیاں | واٹر کولر

سوٹ کیس | مشین کیس

اٹیچی کیس

بازار سے بارعایت خریدنے کے لئے ـــــ تشریف لائیں۔

پروپرائٹر: صوفی محمد صادق ٹرنک مرچنٹ ریل بازار جھنگ

دیسی ادویات ۔ مربہ جات مسمیات

مرکبات ۔ کشتہ جات مشروبات

کی بارعایت خریداری کے لئے تشریف لائیں۔

کمزوری کے خاتمہ کے لئے ہماری خصوصی پیشکش

شربت فولاد ایک لاکھ دھاتہ

پروپرائٹر: کرم پنسار اینڈ دواخانہ

ریلے بازار عارف والا ضلع ساہیوال

ہوزری کی مصنوعات میں معیاری نام

نورانی ہوزری

بنیان جالی ۔ سمر کنگ

انٹرلاک ۔ انڈرویئر ۔

جُراب ہر قسم، ہر سائز ہر جگہ دستیاب ہیں

پروپرائٹر: چوہدری محمد اسلم

جناح کالونی، فیصل آباد

فون ۲۵۳۲

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

بصائر و عبر

حضرات علماء کرام اپنے اپنے حلقے میں دین کے پیشوا اور قوم کے مقتدا ہیں۔ ان کے اس رفیع منصب کے لحاظ سے ان پر بڑی گرانقدر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اس لئے ہم سب کا فرض ہے کہ ان عظیم الشان ذمہ داریوں کو پوری طرح محسوس کریں اور ان سے عہدہ برآ ہونے کی تدابیر کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو امانت ہمارے سپرد کی گئی ہے اس کے لئے ہم فکر مند ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر لانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

(۱) جو حضرات، امامت و خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں، انہیں اس بات کی حرص ہونی چاہیئے کہ ان کے وجود سے علاقے کے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ دینی نفع پہنچے اور لوگوں کا تعلق مساجد کے ساتھ قائم ہو۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر اختیار کی جائیں:۔

الف:۔ قرآن کریم، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسائل فقہیہ کا درس باقاعدگی اور التزام سے دیا جائے اور ان کے لئے مناسب وقت تجویز کیا جائے۔

ب:۔ جن مساجد میں قرآن کریم کے مکاتب نہیں وہاں قائم کئے جائیں اور جہاں مکاتب قائم ہیں ان کی نگرانی کی جائے، ان کو فعال بنایا جائے اور ترغیب دے کر بچوں کو وہاں لایا جائے تاکہ محلے کا ایک بھی بچہ ایسا نہ رہے جو کم از کم ناظرہ قرآن کریم پڑھنے سے محروم ہو۔ اسی طرح لوگوں کو قرآن کریم حفظ کرانے کی ترغیب دلائی جائے۔

ج:۔ تعلیم بالغان کا بھی اہتمام کیا جائے اور لوگوں کو قرآن مجید پڑھنے کا شوق دلایا جائے، نیز اس مقدس کام کے لئے خود وقت دیا جائے۔

د:۔ نوجوان طبقہ کو دین سے مانوس کرنے کی سعی کی جائے اور ان کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے بھی وقت دیا جائے۔

ہ:۔ جمعہ کے خطبات تحفۃً ما اتفق نہ ہوں، بلکہ ان کے لئے اہم دینی موضوعات کو ایک خاص ترتیب سے منتخب کیا جائے اور جس موضوع پر خطاب کرنا ہو اس کے لئے پوری تیاری کی جائے، نیز مؤثر انداز میں موضوع کا حق ادا کیا جائے۔ خطابت میں ترغیبی پہلو کو غالب رکھا جائے اور بات ایسے بچے تلے انداز میں کی جائے جس سے نہ صرف بات ذہن نشین ہو جائے بلکہ سامعین کی فکری و عملی اصلاح بھی ہو۔

و:۔ جن مساجد میں تبلیغی جماعت کے حلقے قائم ہیں ان سے ربط و تعلق رکھا جائے۔ ان کی بھرپور اعانت و سرپرستی کی جائے اور نوجوانوں کو ترغیب دے کر تبلیغی جماعت سے وابستہ کرنے کی ہر ممکن سعی کی جائے۔

ز:۔ جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ فرق باطلہ اور قدیم و جدید ملحدانہ نظریات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، ہم اس کو شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں، لیکن یا تو اس کی اصلاح کی کوئی تدبیر نہیں کرتے یا ان کا رد ایسے انداز میں کرتے ہیں کہ بجائے لوگوں کے ذہن کو صاف کرنے کے انہیں متنفر کر دیتے ہیں۔ اس لئے بڑی ضرورت ہے کہ تمام فرق باطلہ (مثلاً کیپٹل ازم، کمیونزم اور لادینیت وغیرہ) پر گہری نظر رکھی جائے، ان پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے اور مثبت انداز میں قوم کے ذہن کی تعمیر کی جائے۔ تقریر میں کسی خاص فرقے یا نظریے کا نام لئے بغیر وقتاً فوقتاً باطل نظریات کی اصلاح کی جاتی رہے۔

از منور احمد خان

مختلف اضلاع کے دورے پر ہیں اس لئے مطالعہ

ہنسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ انفرادی نجی محفلوں میں بھی فرقِ باطلہ کا رد کیا جاتا رہے۔ خصوصاً اگر کوئی شخص کسی غلط نظریئے سے متاثر ہوتا نظر آئے تو بہت حکمت و دانائی اور نرمی و شفقت سے اس کو صحیح بات کی تلقین کی جائے اور اس کی غلط فہمی کی اصلاح کی جائے۔

ح:۔ خطبات کے دوران نیز نجی محفلوں میں صحابہ کرامؓ اور بزرگانِ دین خصوصاً اپنے اکابرِ دیوبند کے حالات و واقعات اور ملفوظات و ارشادات بیان کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ حکایات و واقعات سے اکابر سے عقیدت پیدا ہوگی اور یہی تمام بدعات اور سارے فتنوں کا تریاق ہے۔

۲۔ جو حضرات تجارت یا کاروبار کی لائن سے وابستہ ہیں وہ اس کو صرف اپنا ذریعہ معاش نہ سمجھیں بلکہ اسے ذریعۂ تبلیغ اور مرکزِ دعوت تصور کریں اور اس کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر ہو سکتی ہیں:۔

(الف):۔ بیع و شراء اور کاروبار سے متعلقہ احکامِ شرعیہ کو خوب محفوظ کیا جائے اور ان پر عمل کیا جائے۔

(ب):۔ جو گاہک دوکان پر آئے یا جس شخص سے معاملہ کرنا پڑے باتوں باتوں میں اس کو احکامِ شرعیہ کی یاددہانی کی جاتی رہے۔

(ج):۔ اس امر کی کوشش کی جائے کہ آس پڑوس کے دوکانداروں کے ساتھ کچھ دینی باتیں ہو جایا کریں اور اس کے لئے کچھ لمحات تجویز کر لئے جائیں۔

(د):۔ بازار میں حق تعالیٰ سے غفلت چونکہ عام ہوتی ہے اس لئے وہاں ذکر اللہ کی قیمت بہت بڑھ جاتی ہے، لہٰذا کوشش ہونی چاہیئے کہ کوئی ہلکا پھلکا ذکر، تسبیح، درود شریف وغیرہ زبان پر جاری رہے اور اس کی عادت بنا لی جائے۔

ترجمان اسلام میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

(ادارہ)

(ہ):۔ کاروبار میں عام طور سے نمازوں سے غفلت ہو جاتی ہے، اس لئے اس کا ضروری اہتمام کیا جائے کہ اذان ہوتے ہی قریب کی مسجد میں نماز باجماعت ادا ہو۔

(و):۔ حضرات صحابہ کرامؓ، بزرگانِ دینؒ اور اپنے اکابرؒ کے واقعات و حالات کا مطالعہ اور مذاکرہ رکھا جائے۔

۳۔ جو حضرات جدید تعلیم گاہوں میں تعلیم و تدریس کی خدمات انجام دے رہے ہیں، ان کو حق تعالیٰ نے دینی دعوت کا ایک اہم اور وسیع میدان عطا فرمایا ہے، وہ اپنے عالمانہ وقار اور مومنانہ کردار کے ذریعے دین کی بڑی خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

(الف):۔ آج کل تعلیمی اداروں کا ماحول غیر دینی ہے۔ ہمارے علمائے کرام جب اس غیر دینی ماحول میں قدم رکھتے ہیں تو ماحول کو متاثر کرنے کے بجائے بسا اوقات خود ماحول سے متاثر ہو کر احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور وہ ماحول ان کے علمی و دینی افادات سے محروم ہو جاتا ہے۔ ان حضرات کو ماحول سے مرعوب نہیں ہونا چاہیئے بلکہ یہ تصور کرنا چاہیئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے انہیں دین کی دولت اور سنتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عظیم الشان نعمت سے نواز کر اس بگڑے ہوئے ماحول کے لئے مسیحا بنا کر یہاں بھیجا ہے اور جو دولت ان کے سینے میں حق تعالیٰ نے ودیعت رکھی ہے وہی اس ماحول کے لئے تریاق ہے، اس لئے انہیں خود اس ماحول کے مطابق نہیں ڈھلنا ہے بلکہ اس ماحول کو سنتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق ڈھالنا ہے۔

(ب):۔ وہ اپنے رفقاء کار (اساتذہ) کو دین کی ترغیب دیں۔ اپنی تعلیم گاہ میں دینی شعائر کی سربلندی کے لئے تدابیر سوچیں اور اس کے لئے مناسب انداز میں مشورے دیں۔

(ج):۔ جو طلباء ان کے ہاں زیرِ تعلیم ہوں ان میں دینی رنگ پیدا کرنے کی کوشش کریں، انہیں قرآن و حدیث کی ہدایات سے آگاہ کریں۔ بزرگانِ دین کے واقعات سنائیں۔ انہیں نیکی کی ترغیب دلائیں۔ اخلاقِ حسنہ کی تلقین کریں اور دینی فرائض کی پابندی کا شوق دلائیں۔

(د) نوجوان طلبہ کو "تبلیغی جماعت" میں وقت دینے کی ترغیب دیں اور انہیں جماعت سے وابستہ کرنے کی کوشش کریں۔

الغرض حضرات علماء کرام جس شعبہ میں بھی کام کر رہے ہوں اپنے آپ کو دین کا مبلغ تصور کریں اور مخلوق کو زیادہ سے زیادہ دینی نفع پہنچانے کا فکر و اہتمام کریں۔

۴۔ دوسروں کی فکر کے ساتھ ساتھ خود اپنی تکمیل کی فکر اور اپنے علم اور جذبۂ عمل کو تازہ رکھنا بھی نہایت ضروری ہے اور اس کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر کی جائیں:۔

(الف):۔ علمی ترقی کے لئے قرآن کریم، حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فقہ و فتاویٰ کا مطالعہ جاری رہنا چاہیئے۔

۱۔ تفسیر میں بیان القرآن، فوائد عثمانی اور معارف القرآن۔

۲۔ حدیث میں مشکوٰۃ شریف، ریاض الصالحین، جمع الفوائد، ترجمان السنۃ، معارف الحدیث اور حیاۃ الصحابہؓ۔

۳۔ فقہ میں بہشتی زیور، عمدۃ الفقہ، امداد الفتاویٰ اور فتاویٰ دار العلوم دیوبند۔

۴۔ بزرگوں کے حالات و سوانح میں "نقشِ حیات"، "اشرف السوانح"، "علماءِ ہند کا شاندار ماضی"، "ارواحِ ثلاثہ"، "تذکرۃ الرشید"، "تاریخ دعوت و عزیمت" اور اس نوعیت کی دیگر کتابیں۔

(ب) عملی ترقی کے لئے حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے (باقی بر صفحہ ۲۶ پر)

از :۔ مولانا قاری محمد طیب مدظلہٗ

قرآن کریم کی عملی تفسیر

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ سرکارِ دو عالم فخرِ بنی آدم رسول الثقلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ اپنی ظاہری و باطنی وسعتوں اور پہنائیوں کے لحاظ سے کوئی شخصی سیرت نہیں یا وہ کسی شخصِ واحد کا دستورِ زندگی نہیں، بلکہ جہانوں کے لئے ایک مکمل دستورِ حیات ہے۔ جُوں جُوں زمانہ ترقی کرتا ہوا چلا جائے گا، اسی حد تک انسانی زندگی کی استواری اور ہمواری کے لئے اس سیرت کی ضرورت شدید سے شدید تر ہوتی چلی جائے گی۔

زمانہ اور اس کا تمدّن اپنی ارتقائی حرکت سے کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا اور کل کو نامعلوم کہاں تک جا پہنچے اور اس کی تمدنی زندگی کے گوشے کتنے بھی پھیل جائیں اور پھیل کر زمین و آسمان اور فضا و خلاء سب ہی کو ڈھانپ لیں پھر بھی یہ ارتقائی سیرت اور اس کے تمدن کے گوشے اسی حد تک تمدنی گوشوں کی تقویم و اصلاح کے لئے شاخ در شاخ ہو کر نمایاں ہوتے رہیں گے جیسا کہ وہ اب تک زمانہ کی مدنی ترقی کے ساتھ ساتھ نمایاں ہوتے رہے اور انہیں سکون و اطمینان کی روح پھونکتے رہے ہیں۔

اس کی شرعی وجہ یہ ہے کہ آیت وانک لعلی خلق عظیم کے بارے میں جب حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ علیہ السلام کی اس خلق عظیم کی سیرت و اخلاق کے سلسلہ میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ وکان خلقہ القرآن۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلق (سیرت) یہ قرآن ہی تو ہے اور قرآن کے بارے میں خود حضرت صاحبِ سیرت علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ :۔

ولا ینقضی عجائبہ ولا یخلق عن کثرۃ الرد۔ اس قرآن کے عجائبات (علوم و معارف) کبھی ختم ہونے والے نہیں اور یہ بار بار کے تکرار سے کبھی بھی پرانا نہیں ہوگا۔ (کہ اس سے دل اکتا جائیں)۔

اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے اور نکل بھی سکتا ہے کہ سیرت کے عجائبات بھی کبھی منتہی ہونے والے نہیں۔ فرق اگر ہے تو صرف یہ کہ قرآن میں لامحدود عجائبات علمی ہیں اور ذات بابرکات نبوی کی سیرت میں یہی عجائبات عملی صورت میں ہیں۔ گویا ایک علمی قرآن ہے اور ایک عملی قرآن یعنی سیرت ہے جو ذاتِ نبوی میں محفوظ ہے اور دونوں آپس میں ایک دوسرے پر من و عن منطبق ہیں۔ پس قرآن کا کہا ہوا حضور کا کیا ہوا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہوا قرآن کا کہا ہوا ہے۔ اس لئے قرآن حکیم کی یہ ہزاروں آئتیں درحقیقت سیرت مقدسہ کے عملی پہلو ہیں۔ پس قرآن میں جو چیز "قال" ہے وہی ذات نبوی علیہ السلام میں "حال" ہے اور جو قرآن میں نقوش و دوال ہیں وہی ذاتِ اقدس میں سیرت و اعمال ہیں۔ اس لئے سیرت سے تو قرآن کی عملی صورتیں متشخص ہوتی ہیں اور قرآن سے سیرت کی عملی ہئیتیں کھلتی ہیں۔

اس قرآن حکیم کے مختلف مضامین اپنی اپنی نوعیت اور مناسبت کے مطابق سیرت کے مختلف الانواع پہلو ثابت ہوتے ہیں۔

قرآن میں ذات و صفات کی آئتیں آپ علیہ السلام کے عقائد ہیں اور احکام کی آئتیں آپ علیہ السلام کے اعمال، تکوین کی آئتیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استدلال ہیں، اور تشریع کی آئتیں آپؐ کا حال، قصص و امثال کی آئتیں آپؐ کی عبدیت ہیں اور کبریائی حق کی آئتیں آپ علیہ السلام کی نیابت، اخلاق کی آئتیں آپ علیہ السلام کا حسنِ معیشت ہیں اور معاملات کی آئتیں آپ علیہ السلام کا حسنِ معاشرت، توجہ الی اللہ کی آئتیں آپ علیہ السلام کی خلوت ہیں اور تربیت خلق اللہ کی آئتیں آپ علیہ السلام کی جلوت قہر و غضب کی آئتیں آپ علیہ السلام کا جلال ہیں اور مہر و رحمت کی آئتیں آپ علیہ السلام کا جمال تجلیات حق کی آئتیں آپ علیہ السلام کا مشاہدہ ہیں اور ابتغاءِ وجہ اللہ کی آئتیں آپ علیہ السلام کا مراقبہ، ترکِ دنیا کی آئتیں آپ علیہ السلام کا مشاہدہ ہیں اور احوال محشر کی آئتیں آپ علیہ السلام کا محاسبہ۔ نفی غیر کی آئتیں آپ علیہ السلام کی فنائیت ہیں اور اثبات حق کی آئتیں آپ علیہ السلام کی بقائیت انا اور انت کی آئتیں آپ کا شہود ہیں اور ہو کی آئتیں آپ علیہ السلام کی غیبت نعیم جنت کی آئتیں آپ علیہ السلام کا شوق، اور جحیم نار کی آئتیں آپ علیہ السلام کا ہم و غم رحمت کی آئتیں آپ علیہ السلام کی رجا ہیں اور عذاب کی آئتیں آپ علیہ السلام کا خوف، انعام کی آئتیں آپ علیہ السلام کا سکون و انس ہیں اور انتقام کی آئتیں آپ علیہ السلام کا حزن، حدود جہاد کی آئتیں آپ علیہ السلام کا بغض فی اللہ نزول وحی کی آئتیں آپ علیہ السلام کا عروج

ہیں اور تعلیم و تبلیغ کی آئتیں آپؐ کا نزول تنقید و امر کی آئتیں آپؐ کی خلافت ہیں اور خطاب کی آئتیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبادت وغیرہ وغیرہ ۔ کسی بھی نوع کی آیت ہو وہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کسی نہ کسی پیغمبرانہ سیرت اور کسی نہ کسی مقام نبوت کی تعبیر ہے اور آپ علیہ السلام کی سیرت اسی کی تفسیر جس سے صدیقہؓ کے اس زریں مقولہ وکان خلقہ القرآن سے قرآن اور ذات اقدس کی کامل تطبیق اور صدیقہ پاکؓ کی علمی گہرائیوں اور ذاتی ذکاوتوں کا نشان ملتا ہے ۔ اس لئے یہ دعویٰ ایک ناقابل انکار حقیقت ثابت ہوتا ہے ۔ اگر قرآن کی علمی عجائبات کبھی کبھی ختم نہیں ہو سکتے تو سیرت نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عملی عجائبات بھی کبھی ختم ہونے والے نہیں، اگر قرآن علمی طور پر تا قیامت اپنے شاخ در شاخ علوم سے بنی نوع انسان کی تکمیل کا ضامن ہے تو یہ سیرت جامعہ بھی تا یوم حشر اپنے شاخ در شاخ عملی اسوؤں سے اقوام عالم کی تکمیل و تسکین کی کفیل رہے گی ۔

اس توجیہ و استدلال کے سلسلہ میں ذرا اور آگے بڑھو تو قرآن کی شرعی تفسیر حدیث پاک ہے ۔ قرآن اگر متن ہے تو حدیث اس کا بیان اور شرح ہے جس سے قرآن کے مخفی گوشے مرادی طور پر کھلتے ہیں اور مطالب خداوندی نمایاں ہو جاتے ہیں ۔ اس لئے اگر قرآن حضور علیہ السلام کی سیرت ہے تو حدیث اس سیرت کی تفصیل ہے اور اسی لئے کتب حدیث کے ہزاروں ابواب و فصول درحقیقت سیرت مقدسہ ہی کے ابواب و فصول ہیں جن سے گزر کر ہی آدمی اقلیم سیرت میں داخل ہو سکتا ہے ۔

اندریں صورت کہ قرآن و حدیث سیرت مقدسہ کی تعبیر ہے اس نکتہ پر غور کرنا چاہیئے کہ قرآن و حدیث کے مضامین کی ترتیب میں اوّلیت ایمان و عقائد کو اور پھر عبادات کو دی گئی ہے فاتحہ قرآن کو بھی اولاً ذات حق پھر اس کی ربوبیت عامہ پھر رحمت عامہ اور پھر مالکیت عامہ اور پھر عبادت و استعانت سے شروع کیا گیا ہے ۔ سورۂ بقرہ کو لو تو اس کی ابتدا بھی ایمان بالغیب اور نماز و انفاق فی سبیل اللہ سے کی گئی ہے ۔ بہرحال قرآن میں اوّلیت عقائد اور عبادات کو دی گئی ہے ۔

اس کے بعد دوسرے ابواب میں دین کی تفصیل ہے، اسی طرح عموماً کتب حدیث میں اسی اسوۂ قرآن کے مطابق ابواب و فصول کی ابتداء کتاب الایمان پھر کتاب الصلوٰۃ کتاب الزکوٰۃ کتاب الصوم، کتاب الحج وغیرہ سے کی گئی ہے ۔ اس کے بعد اخلاق معاملات، نکاح، طلاق، میراث، ہبہ، اوقاف پھر وسائل معاش زراعت، تجارت صنعت و حرفت ملازمت، اور پھر ان معاملات نافذ کے لئے قضا تعزیرات و کفارات وغیرہ اور پھر ان تمام ابواب کی حفاظت کے لئے آخر میں خلافت و امارت اور جہاد سیاست کے ابواب لائے گئے ہیں ۔ یہ سب کے سب مرتب شعبے بلاشبہ سیرت مقدسہ ہی کے ابواب ہیں لیکن اس ترتیب نبوی اور اس کی متابعت میں ان ترتیبات نائبان نبوی سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیغمبرانہ سیرت کی اساس و بنیاد درحقیقت عقاید و عبادات ہی قرار دی گئی ہیں ۔ خود حضور علیہ السلام نے بھی اسلام کی اساس و بنیاد عقائد و عبادات ہی کو قرار دیا جو دوسرے لفظوں میں سیرت کی بنیاد ہے فرمایا:

بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصوم رمضان وحج البیت ان استطاع الیہ سبیلا (مشکوٰۃ)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے — لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دینا نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج اگر استطاعت ہو۔

جس سے نمایاں ہوتا ہے کہ سیرت نبوی میں عبادت اور دیانت اصل سیرت ہیں اور انتظامی اور سیاسی ابواب اس کے محافظ ہیں جو بعدیت کا درجہ رکھتے ہیں کہ یہ بزور تقویٰ سے اور دیار خداوندی کا کارخانہ خلل اور زلل سے محفوظ رہے اور دنیا میں کسی فتنہ پرور کو اس نظام سیرت نبوی میں رخنہ کی جرأت نہ ہو۔

قرآن کریم نے اس سے زیادہ کھلے لفظوں میں اقامت عبادت و دیانت کو اصل مقصود ٹھہراتے ہوئے تمکین و سیاست اور فتوح ممالک کو اس کا وسیلہ قرار دیا ہے فرمایا:

الذین مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونہوا عن المنکر۔

اگر ہم ان مسلمانوں کو زمین کی سلطنت دیدیں تو یہ نماز قائم کریں گے زکوٰۃ ادا کریں گے ۔ پاکیزہ امور کا امر کریں گے اور منکرات سے باز رکھیں گے ۔

یہی وجہ ہے کہ دین و دیانت تو تمام انبیاء علیہم السلام کو دیا گیا لیکن قہر و سیاست اور جہاد و جنگ سب کو نہیں دی گئی ۔ جہاں ضرورت سمجھی دی گئی ورنہ نہیں دی گئی ۔ حضور پاک علیہ السلام نے بھی اعلان نبوت کے ساتھ سب سے پہلے جو چیز دنیا کے سامنے پیش کی اور جس پر اپنے صحابہؓ کو تربیت دی وہ یہی ایمان باللہ، مبداء، معاد، توحید رسالت اور سزا جزا کے عقیدے تھے اور پھر خدا سے رشتہ جوڑنے کے لئے عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ کی تعلیم فرمائی گئی جس سے مکی آئتیں بھری ہوئی ہیں ۔

اس سے واضح طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سیرت مقدسہ کا اساسی اور غالب رنگ عبادات اور تقدس ہے اور دنیا کے سارے معاملات کو اسی عبادتی رنگ میں دیکھنا چاہتی ہے ۔ یعنی اس کا طبعی رخ یہ ہے کہ اللہ کے بندے اپنی ساری دنیا اور دنیا کے ایک ایک کام کو مقدس بن کر برنگ عبادت انجام دیں جن میں رضا الٰہی و یاد خداوندی کی روح کار فرما ہو ۔ وہ کچھ بھی کریں اللہ کے لئے کریں

نفسیاتی انداز اختیار کرنے کے بجائے ربانی رُخ اختیار کریں اور ان کا ہر عمل مجاہدہ و جہاد یعنی عبادت ہو عادت نہ ہو جس کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہو اعلائے نفس نہ ہو۔ حق تعالیٰ نے یہی حقیقت جس کا نام تفویض ہے اپنے خلیل پاک حضرت ابراہیم علیہ السلام سے طلب فرمائی جسے اسلام کا نام دیا، فرمایا:

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای
ومماتی للہ رب العلمین لاشریک
وبذالک امرت وانا اول المسلمین

کہدو ابراہیم کہ میری نماز اور عبادت اور میرا جینا اور مرنا سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اس کا امر کیا گیا ہے اور میں ہی (اس امت میں) پہلا مسلم ہوں۔

یہی تفویض مطلق اور عبدیت کاملہ کی بلند پایہ کیفیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت تھی جسے آپ علیہ السلام نے اپنی دعا میں کھولا ہے۔ فرمایا:

اللھم لک اسلمت وبک آمنت
وعلیک توکلت بک حاکمت
والیک خاصمت والیک انبت
والیک المصیر۔

اے اللہ میں تیرے لئے ہی اسلام لایا اور تیرے ہی اوپر ایمان لایا اور تجھی پر میں نے توکل کیا اور تجھے ہی میں نے حکم مانا اور تیری ہی طرف میں جھگڑا لے گیا اور تیری ہی طرف میں نے رجوع کیا اور تیری ہی طرف جانا ہے۔

یہی حال جب اہل اللہ پر طاری ہوتا تھا تو تفویض کے عجیب عجیب عنوانات ان کی زبانوں پر جاری ہوتے تھے۔ حضرت بابا فرید شکر گنج قدس سرہ پر یہ کیفیت غلبہ کے ساتھ وارد ہوئی تو وہ بار بار ذیل کی رباعی پڑھتے تھے اور سجدہ میں گر جاتے تھے اور پھر وہی رباعی پڑھ کر سجدہ میں جا پڑے جس کے راوی حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین دہلوی قدس سرہٗ ہیں:

خواہم کہ ہمیشہ در ہوائے تو زیم
خاکے شوم و بزیر پائے تو زیم
مقصود من بندہ ز کونین توئی
از بہر تو میرم واز برائے تو زیم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اور سیرت کے بے شمار عملی نمونے اور اسوئے ہر وقت جس روح سے زندہ و پائندہ تھے وہ یہی ذکر الٰہی تفویض مطلق اور عبادت خداوندی کی روح تھی۔ گویا آپ کے لئے اس پاک زندگی کا لمبا چوڑا ڈھانچہ بنایا گیا تھا کہ اس میں یہ ذکر و فکر کی روح پھونکی جائے چنانچہ آپ علیہ السلام کی پاک زندگی کا ہر لمحہ ذکر اللہ سے معمور اور فکر آخرت سے بھرپور تھا۔ ذکر عام کے بارے میں حدیث ہے کہ:

کان یذکر اللہ علی کل احیانہ
آپ ہر لمحہ ذکر الٰہی میں لگے رہتے تھے۔

اور فکر دائمی کے بارے میں ارشاد حدیث ہے کہ:

کان دائم الفکرۃ حزینا۔
آپؐ ہمیشہ متفکر اور غمزدہ سے رہتے تھے۔

پس آپ علیہ السلام کی زندگی اور زندگی کی سیرت بالاصل نہ ملوکیت تھی نہ ریاست نہ غلبہ و قہر تھی نہ تسلط و استیلاء نہ تعیش تھی نہ تزئین، نہ آرائش و زیبائش تھی نہ راحت طلبی و آسائش بلکہ بندگی سرافگندگی، نیازکیشی، عبودیت اور طاعت و عبادت تھی جس میں خوئے ذکر اور بوئے فکر سمائی ہوئی تھی اور جو کچھ بھی زندگی کی نقل و حرکت تھی وہ اسی فکر دائمی اور ذکر دوامی کے رنگ میں تھی۔ قرآن نے اسی ذکر و فکر کے مجموعہ کو دانائی کہا اور اولوالالباب یعنی عقلمندوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا
وعلی جنوبھم ویتفکرون
فی خلق السموات والارض۔

(دانشمند) وہ ہیں جو اللہ کو یاد رکھتے ہیں کھڑے بیٹھتے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اور فکر کرتے رہتے ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی ساخت اور بناوٹ میں۔

پس قرآن کی رو سے محض متفکر بھی دانشمند نہیں جبکہ وہ ذاکر نہ ہو اور محض ذاکر بھی پورا دانشمند نہیں جبکہ وہ متفکر اور متفکر نہ ہو، حقیقی دانشمندی وہی ہے جس میں ذکر بھی ہو اور فکر بھی، عقل بھی ہو اور عشق بھی محبت بھی ہو اور ہوش بھی۔ پس حضور علیہ السلام کی سیرت اسی ذکر و فکر کا مجموعہ اور ان دونوں مقاموں کا کامل امتزاج تھی۔ جہاں آپؐ کی عبادت ان دونوں روحوں کا مظہر تھی وہیں آپ علیہ السلام کی سیاست بھی ان دونوں روحوں سے عبادت کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ سرکار دو عالم خلیفۂ خداوندی بھی ہیں معاملات کے فیصلے بھی دے رہے ہیں، دیوانی اور فوجداری کے مقدمات بھی فیصل فرما رہے ہیں، جہاد کے لئے لشکر بھی بھیج رہے ہیں۔ غنائم کی تقسیم بھی کر رہے ہیں، حدود و قصاص کا اجراء بھی ہو رہا ہے۔ فتوحات ممالک کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ صوبوں اور نئی حکومتوں میں گورنر بھی مقرر کئے جا رہے ہیں۔ یہ سب کچھ ہو رہا ہے مگر صحن مسجد میں ذکر اللہ اور فکر آخرت کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ یعنی یہ سب کچھ تھا مگر عبادت الٰہی کے ہی رنگ میں تھا۔ ڈھانچہ اگر سیاست کا تھا مگر روح عبادت کی اس میں کارفرما تھی اور روح اور ڈھانچہ میں کامل مناسبت کے ساتھ ڈھانچہ اس روح کے حسب حال تھا اور روح ڈھانچہ کی مثال۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ سیرت کا امتیازی اور غالب پہلو یہی ایمان و عبادت اور ذکر و فکر تھا جس میں عقل و عشق، محبت و بصیرت، مادیت اور ملکیت، امارت و سلطنت خلافت و عبادت کا کامل اجتماع و امتزاج

تھا کہ ایک سے دوسری متقابل صفت کسی حالت میں بھی بے فکر نہیں بنا سکتی تھی، حتیٰ کہ آپ علیہ السلام غزوات اور جنگوں میں بہ نفسِ نفیس خود بھی شرکت فرماتے، اور نہ صرف شرکت بلکہ ان کی قیادت فرماتے لیکن یاد [illegible] اور سلک عبودیت سے یہ ہنگامہ خیزی بھی بھرپور رہ کر عبادت ہی کے رنگ میں ادا ہوتی تھی۔ عین جہاد میں بھی ذکر اللہ اور متعلقہ دعائیں پڑھتے ہوئے آپ علیہ السلام لشکروں کی قیادت فرماتے جس سے یہ جہاد اعلیٰ ترین عبادت بن جاتا اور عین لڑائی میں بیا جبکہ نماز کا وقت آ جاتا تو یہ اضافی عبادت اس حقیقی عبادت میں حارج نہیں بن سکتی تھی، بلکہ اس کی مدت متعین ہوتی تھی۔

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز

جس سے نمایاں ہے کہ آپ علیہ السلام کی پیغمبرانہ سیرت کا بنیادی پہلو ایمان و عبادات تھا جس کے لئے دوسرے شعبہ ہائے زندگی بطور خادم اور بطور وسائل کے کام کرتے تھے۔ پس زندگی کے عام شعبوں کی عبادتیں وقتی تھیں اور یہ اصل عبادت ہمہ وقتی۔

اب اس سیرت جامعہ کا خلاصہ یہ نکل آیا کہ سیرت مقدسہ اصولاً زندگی کے تین شعبوں پر مبنی ہے:

- تعلق مع اللہ
- تعلق مع المخلق، اور
- تعلق مع النفس

تعلق مع النفس کے سلسلہ میں پاک دامنی و پاک نفسی، عفت و عصمت، حیاء و انکسار، غیرت و حمیت، ہمت و شجاعت، صبر و سماحت، حلم و ضبط، اعتماد و توکل، زہد و قناعت، مجاہدہ و ریاضت، تحمل شدائد و مصائب اور خدا ترسی وغیرہ کے اعلیٰ ترین ملکات اور اخلاق حمیدہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فطرت صالحہ کا خمیر تھے۔

ادھر تعلق مع الخلق کے سلسلے میں خدمت خلق اللہ، صلہ رحمی، نصرت، اعانت، جود و سخا، ایثار و عطا، راحت رسانی اور کفِ اذیت (ایذا رسانی سے بچنا) عفو و درگذر، محبت و شفقت دلسوزی و ہمدردی، تعلیم و تربیت، ارشاد و تزکیہ وغیرہ آپ علیہ السلام کی پاک طبیعت کے فطری جوہر تھے اور تعلق مع اللہ کے سلسلے میں عبادت و ریاضت، مجاہدہ مراقبہ کسرِ شہوات و لذات، تقرب و انابت، توبہ و استغفار، تہجد و شب بیداری، ذکر اور فکر وغیرہ آپ علیہ السلام کی پاک فطرت کی افتاد تھی۔

لیکن ان تینوں تعلقات میں تعلق مع اللہ ہی دونوں تعلقات کی استواری کی روح تھی جو نفس و خلق کے تعلقات کو صحیح نہج پر قائم کرتی ہے۔ اگر نفس انسانی کو تعلق مع اللہ کے آشنا اور اس کے تقاضوں کا خوگر نہ بنایا جائے تو تعلق مع الخلق اور تعلق مع النفس صحیح بنیادوں پر کبھی قائم نہیں رہ سکتا۔ آج بھی جو اللہ سے منقطع ہو کر ان تعلقات کو خوشنما بنانے کی فکر میں ہیں وہ طرح طرح کی مہلک لغزشوں سے دُنیا فتنہ و فساد کا گہوارہ بنی ہوئی ہے۔

آج یورپ میں عقل و فہم کی کمی نہیں، روابط اور بین الاقوامی علائق کی کمی، سیاسی تعلقات کی ہمہ گیری اور ان کی تدابیر کی کمی نہیں، حتیٰ کہ صرف انہی بین الاقوامی تعلقات کے لئے متحدہ کونسل یو۔ این۔ او بھی قائم ہے جس میں رات دن ممالک کے معاملات آتے رہتے ہیں۔ خانگی زندگی کے لئے ترتیبوں کے بے انتہا ڈھنگ اور گھریلو زندگی کی خوشگواریوں کے لئے بے شمار لٹریچر وغیرہ سب ہی کچھ مہیا ہیں۔ لیکن اس کے باوجود انہی کے اقرارون اور اعلانوں سے یہ ہی واضح ہوا ہے کہ گھر اور باہر سے چین اور سکھ مفقود ہے۔ یہی نفوس کہ جن کی طمانیت کی خاطر یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے امن و اطمینان کی ہوا تک سے بھی کوسوں دُور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس کی فقدان اسباب نہیں کہ وہ تو سب مہیا ہیں بلکہ مسبب الاسباب سے ربط کا فقدان ہے۔ خدا پرستی، خوف آخرت اور مالک الملک کے سامنے جوابدہی کا فکر معدوم ہے۔ اعتقاداً ہو یا عملاً جو ان تعلقات کو صحیح نہج پر نہیں آنے دیتا جس سے ان نفوس میں جذبہ انقیاد و اتباع حق کے بجائے خود رائی اور خود بینی کے جراثیم پرورش پائے ہوئے ہیں۔ مدار کار غرور نفس ہے یقین حق نہیں جس کے تحت خود غرضیوں اور قومی نسلی اور وطنی تعصبات کی آگ سلگ رہی ہے اور اس سے تمدنی، سیاسی اور اقتصادی اونچ نیچ کی مہلک وبا، سکون و امن کی جان لیوا بنی ہوئی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دُنیا ان کے تمدنی وسائل اور ایجادات سے فائدہ بھی اٹھا رہی ہے، لیکن دلوں میں ان سے تنفر کے جذبات لئے ہوئے اور ان کی جبری قیادت کا جوا سروں سے اتار پھینکنا بھی چاہتی ہے، یہ محبوبیت کا فقدان اسی خدا پرستی کے نہ ہونے سے ہوا۔ جس سے واضح ہے کہ کوئی بھی انسانی تعلق خواہ اپنے نفس سے ہو یا مخلوق سے بغیر خدائی تعلق کی ہمواری کے ہموار رہنا ممکن نہیں۔ اسی لئے حضرت صاحب سیرت علیہ السلام نے اپنی سیرت مبارکہ کی روشنی میں بطور ضابطۂ حیات ارشاد فرمایا ہے کہ:-

من اصلح فیما بینه وبین الله
اصلح الله فیما بینه وبین الخلق
(کنز العمال)

جس نے اپنے اور اپنے خدا کے درمیان معاملہ درست کر لیا اس کے درمیان اور خلق کے درمیان خود اللہ معاملہ درست فرما دیتا ہے۔

اس لئے اگر آج ہم اس سیرت پاک کو اپنا کر اپنی زندگی کو صحیح بنیادوں پر اٹھانا چاہتے ہیں تو اس میں سیرت مقدسہ کی روشنی میں ان تینوں تعلقات کو عملی صورت دیتے ہوئے ان کی روح اور بنیاد تعلق مع اللہ ہی کو بنانا ہوگا جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت مقدسہ کا اساسی پہلو یہی تعلق ہے۔

اب اگر ہم سیرت عبادت و اخلاق اور تعلق مع اللہ سے کنارہ کش ہو کر مثلاً محض قہر و سیاست اور اقتدار و غلبہ کی سیرت کو

مطمع نظر بنالیں جس میں یہ اخلاقی روح نہ ہو تو یہ کوری سیاست "ملک عضوض" "کھشکتا بادشاہ" ہوکر رہ جائے گی جس میں کسی وقت بھی ظلم و ستم زبردستی اور زیردست آزاری سے بچنے کی کوئی صورت نہیں رہ جائے گی اور اگر محض قومی خدمت اور رفاہ عامہ کو مقصد زندگی ٹھہرالیں جس میں خداترسی اور اخلاقی قدریں نہ ہوں تو وہ کوری خود غرضی نمود ونمائش اور شہرت پسندی ہوکر رہ جائے گی جس میں کسی وقت بھی قلبی یکسوئی اور مخلوق مدح وذم سے بالاتر ہوکر غنا و استغنا کی دولت نصیب نہ ہو سکے گی، پھر اسی کے ساتھ اگر ہم تمام طبعی اور اجتماعی تعلقات سے الگ ہوکر محض عبادت اور خلوت گزینی اختیار کریں گے تو نہ صرف ہم تعاون باہمی کی ان تمام قوتوں سے محروم ہو جائیں گے جو مدنیت کی روح اور اجتماعیت کی اساس ہیں اور جن کے بغیر وہ عالمگیر خدمت انجام نہیں پاسکتی جو سیرت پاک اور طبیعت اسلام کے تقاضے ہیں، بلکہ اس قید تنہائی میں گلہ سے الگ ہوکر کسی وقت بھی نفس و شیطان کی مکاری سے پناہ نہیں پاسکیں گے جنہوں نے خلوت گزیں راہبوں کو کتنی ہی بدکاریوں کا شکار بنایا ہے۔

پس خدمتِ خلق بلا عبادت انانیت ہے، خدمتِ نفس بلا خداترسی نفسانیت ہے، انقطاعی عبادت بلا خدمت خلق رہبانیت ہے اور ریاست بلا عبادت ملوکیت واستبدادیت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ رہبانیت حضور علیہ السلام کی سیرت ہے نہ ملوکیت، نہ نفسانیت آپ علیہ السلام کی سیرت ہے نہ انانیت کیونکہ یہ اکہری چیزیں الگ رہ کر جیسے مجموعی سیرت نہیں بن سکتیں ایسے ہی اپنی روح سے الگ ہوکر اس روح کے خلاف خود رو نقشوں اور رسوم کے ساتھ اجزائے سیرت بھی نہیں کہلائی جا سکتیں کہ انہیں جزوی سیرت ہی کہا جا سکے، البتہ جب اس خدمت خلق اور خدمت نفس کے خانوں میں اخلاق و عبادت کا رنگ بھر دیا جائے اور سب اجزاء اپنے اپنے نقشوں کے ساتھ عبادت کے محور پر جمع ہو جائیں تو پھر اس جامع سیرت کا عکس پیدا ہو جائے گا۔ جس کا نام لے کر ہم اس کا کام کرنا چاہتے ہیں۔ اب اسے نہ نفسانیت کہیں گے نہ رہبانیت، نہ ملوکیت کہیں گے نہ انانیت بلکہ ربانیت کہیں گے جس میں انسان اپنی ہر نقل و حرکت کا مرجع و محور اپنے رب کو بنا لے گا۔ پس ان تمام اجزاء کی پاک اور مطلوب صورتوں کا صحیح اور معقول امتزاج ہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع ترین سیرت ہے جس میں فرد کی رعایت الگ ہے اور قوم کی الگ حکومت کی رعایت الگ ہے اور محکوم کی الگ۔ اس میں دیانت بھی ہے، خدمت بھی ہے اور عنائیت بھی اور ان سب عناصر کے امتزاج سے سیرت صالحہ کا یہ حاصل نکل آتا ہے کہ انسان میں طبعی جذبات باقی رہیں، مگر ان پر عقل کی حکومت ہو۔ عقلی نظریات بھی ہوں، مگر ان پر وحی الہٰی کی نگرانی ہو، آزادی ضمیر بھی ہو، مگر اس میں حق کے ساتھ تقلید ہو، غرض نفس طبع، عقل وجدان، ضمیر اور جذبات میں سے کوئی چیز پامال نہ ہو سکے۔ سب کے تقاضے کارفرما رہیں، مگر ہر ایک کی نقل و حرکت کا محور طاعت الہٰی اور ذکر خداوندی ہو اور کسی وقت بھی یہ تقاضے پابندئ حق سے آزاد نہ ہوں پس اسی جامعیت اور اعتدال کامل کا نام سیرت مقدسہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

آج اگر ہم اپنے نونہالوں کے لئے سچے دل سے یہ چاہتے ہیں کہ ایک طرف تو وہ نہایت اونچے پیمانے کے دیندار اور خدا پرست ہوں، جن میں رواداری، بے قاعدگی بد اعتقادی اور اصول آزادی نہ ہو۔ ان کی نگاہ خدا پر ہو اور اسی پر بھروسہ اور اعتماد رکھتے ہوں اور دوسری طرف وہ ملک کے سچے شہری اور متمدن ہوں جن کے حالات و معاملات میں دیانت، صداقت و راستگوئی اور راست بازی ہو۔ شخصی مفاد کے غلبہ کے بجائے قومی اور جماعتی مفاد ان پر غالب ہو۔ ایک طرف وہ مساجد و مدارس کی زینت ہوں اور دوسری طرف دربار اور بازاروں کا نظم بھی ان کے ہاتھوں میں فروغ پا رہا ہو۔ ایک طرف ان کی خلوت گاہیں یاد الہٰی سے بھرپور ہیں اور دوسری طرف ان کی جلوتیں اور حکومت کے دفاتر ان کی عدل گستری سے معمور ہوں۔ ایک طرف وہ اپنے ملک میں خوشحال و خوش مآل ہوں اور دوسری طرف ملک ان کی طرف رجوع ہوکر نہ صرف ان سے عزت مندانہ تعلقات و معاملات ہی کو اپنی آبرو سمجھیں بلکہ ان کے مثالی معاملات سے بھی درس لیں تو یہ جامع زندگی بجز اس سیرت جامعہ کی عملی پیروی کے اور کسی بھی اصلاحی نسخہ سے نہیں بن سکتی۔

زرعی آلات
مثلاً
ویٹ تھریشر
ٹرالی ہل
کراہ
کی خریداری کیلئے
تشریف لائیں۔

پروپرائٹر: سیٹھ حاجی محمد حنیف
لکڑ منڈی، عارف والا
ضلع ساہیوال

مولانا محمد ابراہیم صاحب

مجاہد اسلام بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہ انارکلی لاہور کافی عرصے سے علیل چلے آرہے ہیں۔ اب نقاہت اور کمزوری کچھ زیادہ ہی ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ مولانا محترم کے لئے جلد اور مکمل صحت یابی کی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائیں۔ آمین

ادارہ

مشاہیر آزادی

تحریر: سید اجمل شاہ
ژوب بلوچستان

امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن نور اللہ مرقدہ کی ذاتِ ستودہ صفات جامع اوصاف تھی ۔ عقل و بصیرت اور فہم و ذکاء میں اگر انور شاہ کشمیریؒ جیسی یگانہ روزگار شخصیت ہیں تو علم و عمل زہد و تقویٰ و سیاست میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی ذات گرامی کو ان سے شرف تلمذ کی نسبت حاصل ہے۔ شیخ تصوف و طریقت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ان کے شاگردانِ رشید کے زمرے میں شامل ہیں۔ لیکن حضرت شیخ الہندؒ نے "ریشمی رومال" کے ذریعے جس تحریک کی داغ بیل ڈالی تھی اس "تحریکِ انقلاب" کے "ہیرو" امام انقلاب فلسفۂ ولی اللّٰہی کے نقیب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ تھے جو اپنے استاد گرامی کے مشن کو لے کر ملکوں ملکوں پھرے، اور ۲۵ سال سے زیادہ عرصے تک "جلاوطنی" کے دکھ جھیلتے رہے، مگر ان کے پائے ثبات و استقامت میں لغزش نہیں آئی۔ حضرت سندھیؒ "سکھ" سے مسلمان ہوئے تھے۔ چونکہ انکا مسلمان ہونا علی وجہ البصیرت تھا، اسلئے وہ ہمیشہ

ع ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں

کی تلاش میں رہے۔ وہ حجۃ اللہ فی الارض حضرت امام شاہ ولی اللہؒ کے اقتصادی فلسفہ کے صحیح معنوں میں امین تھے۔ مسلک حضرت ابوذر غفاریؓ پر کاربند تھے۔ انکی زندگی سچ مچ کی زہد و ورع کی زندگی تھی۔ وہ اپنے پاس اپنی بنیادی ضروریات زندگی کے لئے کبھی کوئی پیسہ نہیں رکھتے تھے۔ جن دنوں ان کا قیام "اوکھلے" میں "جامعہ ملیہ" میں تھا انکا معمول تھا کہ وہ وہاں سے پیدل چل کر دلی جامع مسجد آتے۔ وہاں آکر آپ فلاسفی آف اسلام حضرت امام شاہ ولی اللہ الدہلویؒ کی مایہ ناز تصنیف "حجۃ اللہ البالغہ" کا درس دیتے اور آٹھ دس میل کی یہ مسافت پیدل طے کرتے۔ آمد و رفت کے کرایہ کے لئے کوئی شخص اگر کچھ نذر کرتا تو وہ فقراء و مساکین میں تقسیم فرما دیتے اور خود پا پیادہ اپنی منزل پر پہنچتے۔

انہوں نے ایامِ جلاوطنی میں ہندوستان سے باہر کی انگریز دشمن انقلابی طاقتوں سے مل کر انگریز کے خلاف بھرپور کام کیا۔ یہ حضرت سندھیؒ کی ہی سیاسی بصیرت تھی کہ افغانستان جیسا کمزور ملک انگریز سے ٹکرا گیا اور بالآخر اس نے "استقلال" حاصل کیا۔ اسی لئے شاہ امان اللہ انکا بہت احترام کرتا تھا اور ان کے نظریات سے بہت متاثر تھا۔ تحریک ریشمی رومال جسکے روح رواں حضرت امام سندھیؒ تھے اگر کامیاب ہو جاتی تو آج ہندوستان ہی کا نہیں بلکہ مشرقِ وسطیٰ کا نقشہ بھی کچھ اور ہوتا۔

انہوں نے انقلاب روس اپنی آنکھوں سے دیکھا، اور اسکا مشاہدہ کیا۔ ترکی کا انقلاب ان کے سامنے آیا۔ انقلاب فرانس، انقلاب روس انقلاب ترکی کے پس پردہ حقیقتوں کو سامنے رکھتے ہوئے وہ محنت کش طبقہ کی (یعنی کسان، مزدور اور دماغی کام کرنے والوں کی) اکثریت رکھنے والی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔ وہ امام ولی اللہ دہلویؒ کے افکار پر مبنی نظام اقتصادیات کی ترویج چاہتے تھے۔ وہ امام ولی اللہ دہلویؒ کی تالیف "حجۃ اللہ البالغہ" (جو کارل مارکس کی تصنیف "داس کیپٹل" سے کم و بیش سو سال پہلے لکھی گئی تھی) کے نظریۂ اقتصاد و معیشت کو "کمیونزم" سے کہیں بہتر سمجھتے تھے اور عمر بھر اسی کی تلقین کرتے رہے۔ مولانا سندھیؒ اپنے بعض ہمعصر علماء کی سہل پسندی، مصلحت کیشی اور بے عملی سے سخت نالاں تھے۔ وہ جب ہندوستان واپس آئے تو اگرچہ اس حالت میں نہیں تھے کہ وہ کوئی عملی قدم اٹھا سکیں۔ چونکہ ۲۵ سال کی مسلسل جلاوطنی اس دوران مصائب و آلام کی بھرمار اور تجربات و حوادث کے تھپیڑوں کی وجہ سے ان کے قویٰ مضمحل ہو گئے تھے۔

لیکن اس کے باوجود انہوں نے آخری دم تک حضرت شیخ الہندؒ کے مشن کو جاری رکھا۔ آج بھی ہم حضرت مولانا سندھیؒ کے افکار، نظریات کی بنیاد پر اس ملک میں اسلامی انقلاب لا سکتے ہیں۔

شاہ البخاری فاضل حقانی

نار جعفر، بنوں

پاک و ہند عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں

تاریخ عرب کے ساتھ برصغیر کو بھی تاریخی لحاظ سے نہایت اہمیت حاصل ہے۔ قدیم عرب و ہند تعلقات سے متعلق مختلف کتابیں لکھی گئی ہیں۔ چنانچہ اس موضوع پر سید سلیمان ندوی رح کی کتاب کو نہایت اہمیت حاصل ہے۔ اس طرح سالک الممالک اور سحنت المرجان کو ہند و عرب کی تاریخ بیان کرنے میں اہم مقام حاصل ہے۔ قدیم عربوں کے نزدیک سندھ اور ہند دو الگ الگ ملک تھے۔ عرب جغرافیہ نویس ابن خرداذبہ نے سالک الممالک میں سندھ کے مختلف مشہور شہروں کا ذکر کیا ہے۔ مکران، قیقان (دیگان قلات) قندھار قصدار۔ بنہ (غالباً بنوں) دبیل (قریب کراچی) سدوسان مولتان سندان (سنجان، بمبئی) بیلمان (گجرات) وغیرہ ان میں سے مشہور قدیم شہروں کے نام ہیں؛ جو کہ اکثر آج بھی سابقہ ناموں سے یاد کئے جاتے ہیں۔ بعض تحقیقات کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کی جب زمین پر آمد ہوئی تو وہ ہندوستان کے ایک مشہور خطے میں ہوئی۔

اس سلسلہ میں مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"برصغیر جو اب کئی حصوں میں بٹا ہوا ہے تاریخی اعتبار سے بڑی خصوصیت کا حامل ہے۔ سحنت المرجان کے فاضل مصنف نے اس کی خصوصیات کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور اس سلسلہ میں مستند شہادتیں پیش کی ہیں۔ ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰة والسلام جو سب سے پہلے انسان خلیفۃ اللہ اور پیغمبر ہیں، جب جنت سے زمین پر آمد ہوئے تو اسی خطہ میں وہ تشریف لائے اور ظاہر ہے کہ یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو اس خطہ کو ساری دنیا سے ممتاز کرتی ہے"۔

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہندوستانی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جب سلسلہ نبوت اپنے کمال و اتمام کو پہنچا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو یہ خطہ بھی دوسرے خطوں کی طرح ضلالت و گمراہی کا شکار تھا لیکن یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے فضل سے خصوصی جن خطوں کو بالکل ابتدا میں نور اسلام سے منور فرمایا ان میں یہ خطہ بھی ہے، یعنی یہ کہ حضرات صحابۂ کرام سلام اللہ علیہم رضوانہ کے عہد سعادت میں ہی یہاں نور ہدایت کی کرنیں پڑنا شروع ہو گئی تھیں۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ نوجوان غازی محمد بن قاسم رح کی جہادی مہم اس ملک میں ابتدائے اسلام کا باعث بنی لیکن یہ بات صحیح نہیں! کیونکہ ایسا تو دور صحابہ رض میں ہو چکا تھا اور مشرقی اطراف نور اسلام سے منور ہو چکی تھیں"۔

(بحوالہ دارالعلوم دیوبند ایک عالمگیر تحریک)

خلافت معاویہ رض کے دور میں جب عجمی ممالک کی فتوحات شروع ہو گئیں تو اسوقت بلاد سندھ کو جو کہ لاہور۔ ملتان اور بنہ کے علاقوں پر مشتمل ہے عبداللہ بن سوار عبدی کو گورنر مقرر کیا گیا۔

دور جاہلیت سے عرب میں ہندوستانی مال کی چار ساحلی منڈیاں ابلہ، صحار، عدن اور جار موجود تھیں جہاں عرب کے ساحلی شہروں کے علاقوں سے بلکہ ہندوستان اور چین تک سے تجارتی جہاز اور کشتیاں لنگر انداز ہوتی تھیں۔ ابلہ قدیم زمانہ سے ارض الہند اور مرج الہند والسند کے لقب سے مشہور تھا۔ حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے جب سنہ ۱۴ھ میں ابلہ کو فتح کیا تو اس کی مرکزیت کے بارے میں حضرت عمر رض کے پاس جو مکتوب لکھا اس میں تحریر تھا:

"اما بعد فان اللہ ولہ الحمد فتح علینا الابلہ وھی مرقی سفن البحر من عمان والبحرین وفارس والھند والصین۔

(ترجمہ) اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ابلہ پر فتح دی ہے۔ یہ مقام عمان، بحرین، فارس، ہندوستان اور چین سے آنے والے جہازوں کی بندرگاہ ہے۔

جنوبی عرب میں ہندوستانیوں کی بحری تجارت کا اہم مرکز یمن تھا۔ اس طرح مکہ بھی ایک اہم تجارتی مرکز کی حیثیت سے ہندوستانیوں کی توجہ کا باعث بنی۔ قاضی اطہر مبارکپوری لکھتے ہیں کہ:

"مکہ چونکہ تجارتی مرکز بن گیا تھا اس لئے یہاں کی مدنی زندگی میں بڑی ترقی ہو گئی تھی۔ زبان میں بھی وسعت پیدا ہو گئی تھی، اور قریش کی یہی زبان قرآن اور اسلام کی زبان قرار پائی۔ چنانچہ قرآن و حدیث میں بہت سے ہندوستان میں بولے جانے والے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ قرآن میں کافور (کپور) زنجبیل (زنجابیر) مشک (موشکا) وغیرہ ہندوستانی الفاظ ہیں جن کو قریش نے اپنی طور پر معرب کر لیا تھا۔ احادیث میں قط (کٹھ) زط (جاٹ) عود ہندی مشک وغیرہ کے نام ملتے ہیں جو ہندوستانی نام ہیں۔ نیز مکہ میں ہندوستان کے لوگ رہتے تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں جاٹوں کا تذکرہ ہے اور حضرت کعب بن مالکؓ کے ایک شعر میں ہندوستان کے لوہاروں کا ذکر ہے

عرب اپنی شجاعت اور بہادری کے داستانوں میں اور داد دینے میں ہندوستانی تلوار کا بہت فخر سے ذکر کرتے تھے، چنانچہ اسے سیف ہند، ہندی، ہند، ہندوانی اور قلعی تلوار کے نام سے پکارتے تھے۔ زبیر بن اسلمی نے کہا ہے:

کالھند وانی لایخزیك مشھدہ
وسط السیوف اذا ما تضرب البھم

دوسری تلواروں کے درمیان میں ہندی تلوار تم کو جنگ میں ناکام نہیں کر سکتی ہے جبکہ اسلحہ بند لشکر میں جنگ ہو۔

تاریخ میں دجاج سندھی یعنی سندھی مرغی کا بھی ذکر ہے جبکہ حافظ نے دجاج سندھی کو ان جانوروں میں شمار کیا ہے جنکو اللہ تعالےٰ نے ہندوستان کی خصوصیات میں سے بنایا ہے۔ صاحب مجمع البحرین نے لکھا ہے۔ وفی الحدیث دجاج سندی حدیث میں سندھی مرغی کا ذکر ہے۔ اسی طرح دیگر اشیاء کی طرح سندھی بڑے عود اور مسک بھی مشہور تھے۔ عرب میں ہندوستانی کپڑا اور چادریں بھی مشہور تھیں۔ یہ کپڑا پہلے یمن جایا کرتا تھا اس لئے اسے برد یمانی بھی کہتے ہیں۔ لسان العرب میں ہے۔

والمسندۃ والمسندیہ ضرب من الثیاب وفی حدیث عائشہؓ انہ أی علی علیھا اربعۃ اثواب سند قیل ھو نوع البرود الیمانیہ۔

(ترجمہ) مسندۃ اور مسندیہ کپڑے کی ایک قسم کا نام ہے۔ حضرت عائشہؓ کی حدیث میں ہے کہ انہوںؓ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے جسم پر سندھ کے چار کپڑے دیکھے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ یہ یمنی چادروں کی ایک قسم ہے۔

عہد رسالت میں ہندوستان ایک جانا پہچانا ملک تھا۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندوستان میں جہاد کی پیشگوئی فرمائی تھی؛ جبکہ امام نسائی نے اس حدیث کے لئے باب غزوات الہند کا مستقل عنوان قائم کیا ہے۔ حضرت ثوبان رضؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصابتان من امتی احرزھما اللہ من النار عصابۃ تغزو الھند وعصابۃ تکون مع عیسی بن مریم علیہ السلام۔

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالےٰ نے جہنم کی آگ سے محفوظ رکھا ہے۔ ایک وہ گروہ جو ہندوستان میں جہاد کرے گا اور دوسرا وہ گروہ ہے جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا ساتھ دے گا۔

ملک سندھ کے علاقے جو کہ کابل، قندھار، لاہور اور صوبہ سرحد کے ملحقہ علاقوں پر بھی مشتمل تھا، ان میں صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کے مختلف آثار ملتے ہیں۔ چارسدہ کے قریب اصحاب بابا کے نام سے صحابہؓ کے مزار بھی مشہور ہیں۔

گلفام قصوری میتھی

قصوری میتھی شہر قصور کا مشہور و معروف تحفہ ہے۔ پکوان میں قدرتی روح پرور خوشبو اور خاص لذت پیدا کرنے میں اسکا ثانی نہیں ہم نے اسے گھر گھر متعارف کرانے کیلئے اعلیٰ درجہ کی خالص قصوری میتھی صاف شدہ ۲۰۰ گرام کے پیکٹ میں بمعہ ڈاک خرچ صرف دس روپے میں ارسال کرتے ہیں۔ آج ہی منگوائیے۔
ہر قسم کی پیکنگ کے علاوہ کھلا مال تھوک کے حساب سے بھی دستیاب ہے۔

زبیر ٹریڈرز بازار دالگراں قصور

خط و کتابت کرتے وقت
خریداری نمبر
کا حوالہ ضرور دیں۔
محمد سلیم قریشی

ابو عبدالرحمٰن سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

نبی کریم علیہ السلام سے عشق :-

سیدنا حضرت امیر معاویہؓ عشق نبوی سے سرشار تھے۔ تاریخ میں ایسے متعدد واقعات ملتے ہیں جن میں آپؓ کے عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر معمولی تذکرہ موجود ہے۔ آپؓ کو کسی نے بتایا کہ بصرہ میں ایک ایسا شخص ہے جس کی شکل اور حلیہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا جلتا ہے تو آپؓ نے بصرہ کے گورنر کے ذریعہ اس کی دعوت کی۔ اس نے بھی آپؓ کی دعوت کو شرف قبولیت سے نوازا اور بڑے اکرام و احترام کے ساتھ حضرت سیدنا معاویہؓ کے پاس لایا گیا تو آپؓ نے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا، اس کی پیشانی کا بوسہ لیا اور بڑے انعام و اکرام سے اس کو نوازا۔

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ سے زیادہ مشابہ حضرت معاویہؓ کے علاوہ اور کسی کی نماز کو نہیں پایا۔ آپؓ کے ہر قول و فعل میں عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک دیکھی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ منقول ہے کہ ایک بار کسی صاحب نے دیکھا کہ آپؓ کے گلے میں رسی پڑی ہوئی ہے اور ایک بچہ آپؓ کو اس رسی سے پکڑ کر کھینچ رہا ہے اس صاحب نے دریافت کیا کہ امیر المؤمنین رضؓ یہ کیا ——؟ فرمایا میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اگر کسی کے پاس بچہ ہو تو وہ بھی بچوں کی سی حرکتیں کر کے اس کو خوش رکھنے کی کوشش کرے۔ میں اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی عمل کر رہا ہوں۔ اسی طرح آپؓ کو معلوم ہوا کہ حضرت کعب بن زہیرؓ کے پاس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک ہے تو آپؓ نے زر کثیر سے وہ چادر خرید لی۔ نیز مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ :

ایک بار رومیوں کے ساتھ حضرت سیدنا معاویہؓ نے معاہدہ کے فوراً بعد جنگ چھیڑ دی۔ رومی بھی فوری حملے کی تاب نہ لا سکے اور فرار ہونے لگے۔ آپؓ روم کا علاقہ فتح کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے کہ اتنے میں ایک صحابی حضرت سیدنا عمرو بن عبسہؓ نے پکار کر کہا کہ "وفاءٌ لا غدرٌ" مومن کا کام وفا ہے غدر نہیں ہو سکتا۔ آپؓ نے فرمایا کہ کیا بات ہوئی؟ اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان مبارک سنایا کہ "جب دو قوموں کے درمیان صلح کا کوئی معاہدہ ہو جائے تو معاہدہ کے دوران کوئی فریق تغیر و تبدل نہ کرے۔ اگرچہ آپؓ نے معاہدہ کے بعد یہ حملہ کیا ہے مگر معاہدہ ہی کے دوران آپؓ کی فوجیں گھات میں بیٹھی رہیں۔ یہ بھی معاہدہ شکنی ہے۔ حضرت سیدنا معاویہؓ نے یہ فرمان سنا تو فوجوں کو فوراً روک دیا، جنگ بند کر دی گئی، بلکہ فتح کیا ہوا علاقہ بھی واگذار کر دیا گیا۔

اس کے علاوہ بوقت وفات اس عاشق صادق کی یہ وصیت بھی کیسی پیاری ہے کہ مجھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں کا کفن دیا جائے اور موئے مبارک ناخن مبارک میرے منہ میں کانوں میں آنکھوں میں رکھ دیے جائیں۔ سبحان اللہ۔ یہ تو چند واقعات ہیں۔ ایسے سینکڑوں اور واقعات بھی منقول ہیں۔ ایسے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو طعن و تشنیع سے یاد کرنا بڑا ظلم ہے جسے سنکر ہر مسلمان کو کہنا چاہیئے کہ

سبحانک ھذا بھتان عظیم

دورِ حکومت

سیدنا حضرت امیر معاویہؓ کا دورِ حکومت کیسا تھا؟ اس کے متعلق اگر اہلسنت والجماعت کی تاریخی کتب کو چھوڑ کر خالص رافضی لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے تب بھی حضرتؓ کے دورِ حکومت کے ایسے بے نظیر اور مثالی واقعات ملتے ہیں کہ جنہیں ملاحظہ کر کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جسم میں خوف خدا سے کپکپی پیدا ہو جاتی ہے۔ آپؓ نے عدالت اور انصاف کو ایسے اجاگر کیا کہ کوئی زبردست سے زبردست بھی کسی کمزور و ضعیف اور مفلس و نادار کے حقوق کو نہ دبا سکا۔ آپؓ کی جنگی اور فوجی قابلیت بھی مسلم تھی چنانچہ سترہ سو جنگی جہاز آپؓ نے تیار کر کے متعدد جزیروں کو فتح کیا۔ قسطنطنیہ میں بھی آپ کی زیر قیادت یعنے آپؓ کے حکم سے فوج کشی کی گئی۔ اس فوج میں بڑے جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے شرکت کی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے میزبان حضرت ابو ایوب

انصاری رضؓ ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ۔ حضرت امام حسین بن علیؓ جیسے اولوالعزم صحابہؓ موجود تھے ۔ اس لئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسطنطنیہ کے فتح کرنے والوں کو "مغفور لہم" فرمایا ہے (بحوالہ بخاری) ۔

سیدنا حضرت معاویہؓ کا دورِ حکومت بڑی فراخی لایا ۔ اس لئے آپؓ نے اپنے عہد دور میں صحابہ کرامؓ کی بڑی گرانقدر خدمات سرانجام دیں خصوصاً حسنین کریمین کو تو بیک وقت لاکھوں روپے دے کر ان کو معاشی لحاظ سے بے نیاز کر دیا تھا ۔ ویسے بھی آپؓ کی فیاضی اور حلم کے ساتھ ساتھ سخاوت کے واقعات بہت طویل ہیں ۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارے سکولوں کی کتابوں میں نوشیرواں وغیرہ غیر مسلموں کی سخاوت کے واقعات تو بچوں کو پڑھائے جاتے ہیں ، مگر حضرت سیدنا معاویہؓ جس نے سائلوں کو کبھی خالی ہاتھ واپس نہیں کیا ، بلکہ ہزاروں روپوں کی امداد کرتے رہے ۔ آپؓ کے واقعات سے ہمارے نصاب کی کتب خالی ہیں ۔ ملا علی قاریؒ نے مرقات شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھا ہے کہ ایک بار حضرت معاویہؓ نے امام حسنؓ کو چار لاکھ روپیہ نذرانہ پیش کیا تھا اور ایک لاکھ روپے سالانہ دیا کرتے تھے ، بلکہ ایک تاریخی روایت میں تو یوں منقول ہے کہ ایک بار آپؓ نے امام حسنؓ کو بیک وقت پندرہ لاکھ روپیہ بھیجا تھا ۔ مدینہ منورہ کے ایک شخص کو آپ نے پانچ صد روپیہ بطور ہدیہ روانہ کیا تو اس نے اس کو حقیر سمجھ کر اپنے بیٹے کے ذریعہ واپس کرتے ہوئے بیٹے سے خدا کی قسم اٹھوائی کہ اس رقم کی تھیلی کو معاویہؓ کے منہ پہ مارو ۔ جب یہ نوجوان یہ تھیلی لے آیا اور حضرتؓ کو یہ واقعہ بھی سنایا تو آپؓ نے فرمایا چونکہ تم اللہ کے نام کا حلف دے کر آئے ہو ۔ اس لئے یہ تھیلی ضرور میرے منہ پہ مارو ۔ ہاں بوڑھے چچا کا خیال بھی رکھنا تو وہ نوجوان حیران رہ گیا اور اس نے کہا واللہ میں تو ایسا ہرگز نہیں کر سکتا ۔

آپؓ نے مزید رقم دے کر اس کو روانہ فرمایاؓ ۔ چونکہ یہ واقعات بہت طویل ہیں جنکا اس مختصر مضمون میں تذکرہ بہت مشکل ہے ۔ اس لئے ان واقعات کو چھوڑ کر احقر راقم عفا اللہ عنہ آپؓ کے روزمرہ کے صرف معمولات کا خلاصہ عرض کرتا ہے جو کہ مشہور مؤرخ مسعودی کے حوالہ سے آپؓ کی سیرۃ اور تذکرہ کی کتابوں میں موجود ہے ۔ آپؓ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد دیگر علاقوں اور دیگر سلطنتوں سے آئی ہوئی رپورٹیں سنتے اور پھر تلاوت قرآن حکیم کرتے ۔ تلاوت کرنے کے بعد گھر تشریف لے جاتے اور وہاں کچھ احکامات جاری کر کے اشراق کی نماز ادا فرماتے ۔ اس کے بعد خاص لوگوں کو طلب فرماتے اور ان کے ساتھ خصوصی مشورے کرتے رہتے ۔ اس کے بعد رات کے بچے ہوئے باسی کھانا سے ناشتہ فرماتے اور مسجد کی دیوار سے ٹیک لگا کر عام مسلمانوں جن میں بچے عورتیں دیہاتی لوگ وغیرہ سب شامل ہوتے ۔ ان کے فیصلے کرتے رہتے اور ان کی تکالیفیں سن کر ان کو دور فرماتے ۔ ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرتے ۔ جب اس قسم کے سب لوگ چلے جاتے تو پھر خاص لوگوں کو بلا کر جو لوگ حاضر نہیں اور ان کو کوئی تکلیف یا ضرورت ہے اس کے پورا کرنے کا حکم فرماتے اور دوپہر کا مختصر سا کھانا ایسی حالت میں کھاتے کہ کاتب سرہانے کھڑا رہتا جنکو ملکی احکامات بھی کھانے کے دوران لکھواتے رہتے تھے ۔ پھر ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد خاص مجلس ہوتی جن میں وزراء اور مشیروں سے ملکی امور کے متعلق مشورہ ہوتا رہتا اور احکامات بھی جاری کئے جاتے ۔ یہ خصوصی مجلس عصر تک قائم رہتی ۔ عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد عشاء کے وقت مختلف امور کے غور و فکر میں مشغول رہتے ۔ رات کا اکثر حصہ بھی اسلامی سلطنت کو ترقی و عروج دینے کی فکر میں گزرتا ۔ آخری شب خدا کی یاد میں بسر فرماتے ثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

سیدنا حضرت معاویہؓ

اور احادیث نبویؐ

آپؓ کاتب وحی بھی تھے اور خصوصی مکتوبات کے جوابات لکھنے پر مامور بھی ۔ حدیث کی کتب میں تقریباً آپؓ سے ایک سو تریسٹھ احادیث مروی ہیں ، جنکو بعد میں ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ کے بعد تابعین نے بھی روایت کیا ہے اور آپؓ نے حضرۃ ابوبکر صدیقؓ عمر فاروقؓ ۔ ام المؤمنین ام حبیبہؓ وغیرہم سے بھی احادیث روایت کی ہیں ۔ ان ۱۶۳ احادیث میں جو آپؓ نے روایت کی ہیں چار احادیث بخاری شریف میں پانچ احادیث مسلم شریف میں باقی ابوداؤد ۔ نسائی ۔ بیہقی ۔ ترمذی ۔ طبرانی میں موجود ہیں اور "اسماء الرجال" میں حضرت سیدنا امیر معاویہؓ کو ثقہ عادل اور صادق لکھا گیا ہے حضرت مولانا رومؒ نے تو حضرتؓ کو جمیع مومنین کا "ماموں" خال المؤمنین لکھا ہے ۔ مولانا رومؒ نے اس واقعہ کو منظوم فرمایا ہے

"حضرتؓ سو رہے تھے ، ابلیس لعین نے آکر آپ کو بیدار کیا کہ نماز کا وقت ہے اٹھئے اور نماز ادا کیجئے ۔ آپؓ نے دریافت فرمایا کہ تو کون ہے ؟ اس نے کہا کہ میں ابلیس ہوں ۔ آپؓ نے کرر دباؤ دے کر پوچھا کہ تیرا کام نماز سے غافل کرنا ہے جگانا نہیں تو اس نے کہا کہ ایک بار صبح کی نماز آپؓ سے قضا ہو گئی تھی آپؓ نے اس کے غم میں اتنے آنسو بہائے اور روئے کہ میں نے ملائکہ کا کلام خود سنا کہ "معاویہؓ" کو اس غم و افسوس کے باعث پانچسو نمازوں کا ثواب دیا گیا ہے ۔ میں نے خیال کیا کہ اگر آج بھی ایسا ہو تو رو رو کر وہ ہزار نماز کا ثواب حاصل کر لیں گے ، اس لئے جگا دیا ہے تاکہ آپؓ ایک نماز کا ثواب حاصل کر سکیں ۔"

ہمارے مقررین بھی اس واقعہ کو تو ضرور بیان کرتے ہیں، مگر وہ حضرت معاویہ رضؓ کا نام لینے کی بجائے ایک فرضی نیک آدمی کا نام لے کر بیان کرتے ہیں جو کہ سخت بددیانتی پر مبنی ہے۔ آپ نے عنوان یوں لکھا ہے (بیدار کردن ابلیس حضرت امیرالمؤمنین معاویہ رضؓ کو برخیز وقت نماز است) اس کے علاوہ حضرت رضؓ کے سامنے جب احادیث پیش کی جاتیں تو آپ رضؓ انہیں سنکر خشیت اللہ کے باعث بے اختیار رونا شروع کر دیتے تھے اور روتے روتے نڈھال ہو جاتے تھے اور آپ رضؓ اپنے پیش رووں کا ذکر خیر بھی اکثر فرمایا کرتے تھے۔ اکثر لوگوں کا یہ رویہ دیکھا گیا ہے کہ وہ آپ رضؓ کے ان نیک کاموں کو بھی مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہیں ان حضرات کو تاریخ کا وہ واقعہ پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور علیہ السلام چہار یاران کبار اور حضرت معاویہ رضؓ کو دیکھا پھر ایک شخص آیا تو حضرت عمر رضؓ نے حضور علیہ السلام سے شکایتاً عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ شخص ہمیں برا کہتا ہے۔ وہ شخص بولا کہ میں آپ رضؓ کو تو برا نہیں کہتا (حضرت معاویہ رضؓ کی طرف اشارہ کر کے) بلکہ ان کو برا کہتا ہوں تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تم پر خواری ہو، کیا یہ (معاویہ رضؓ) میرے اصحاب رضؓ میں سے نہیں ہے؟ یہ جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نیزہ لے کر حضرت معاویہ رضؓ کو دیا کہ یہ اس کے گلے میں گھسیڑ دو۔ چنانچہ وہ نیزہ حضرت معاویہ رضؓ نے اس کے گلے میں چبھو دیا۔ صبح کو اس خواب دیکھنے والے کو معلوم ہوا کہ وہ شخص مُردہ پایا گیا ہے۔ دیکھا گیا تو اس کے گلے میں نیزہ کا نشان موجود تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ سبائی بدبخت "راشد کندی" ہی تھا۔

(بحوالہ ابن کثیر)

علیؓ و معاویہؓ کے مابین اختلاف تھا مخالفت نہ تھی

یہ بات تو مسلّم ہے کہ مسلمانوں میں جنگیں ہوئیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ آیا ان جنگوں کے اسباب کیا تھے۔ ہم یہاں خود حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضؓ کا وہ خطبہ ذیل میں درج کرتے ہیں جو نہج البلاغہ جلد ۳ میں بایں الفاظ موجود ہے:

ترجمہ: بات دراصل یہ ہے کہ ہمارا اور شامیوں (حضرت معاویہ رضؓ) کا آپس میں اختلاف ہو گیا۔ یہ اختلاف صرف حضرت امیر عثمان رضؓ مظلوم کے قصاص کے متعلق تھا، کیونکہ یہ بات تو نہایت ہی ظاہر ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارا اور شامیوں کا خدا ایک ہے اور نبی ایک ہے اور اسلام کی صداقت کے دعویٰ میں ہم دونوں برابر ہیں — اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لانے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم رسالت کی تصدیق کرنے میں ہم ان سے آگے نہیں بڑھے اور وہ بھی ہم سے آگے نہیں بڑھے۔ صرف ایک ہی بات میں اختلاف ہے۔ شامیوں کا خیال ہے کہ ہم حضرت امیر عثمان رضؓ کے قتل میں قاتلوں کے شریک ہیں، لیکن حقیقت واقعی یہی ہے کہ ہم قتل عثمان رضؓ سے بالکل بری ہیں (نہج البلاغہ)

علاوہ ازیں حضرت امام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ جمل و صفین کے موقع پر ایک شخص سے سنا کہ وہ مقابل لشکروں کے حق میں تشدد آمیز کلمات کہہ رہا تھا تو آپ رضؓ نے اس کو روک دیا اور فرمایا ان کو بھی کلمہ خیر سے یاد کرو۔ دراصل ان حضرات نے یہ سمجھا ہے کہ ہم نے ان کے خلاف بغاوت کی ہے، اور ہم نے یہ سمجھا ہے کہ انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے اس بنا پر ہم ان سے لڑے ہیں۔ نیز یہ بھی منقول ہے کہ حضرت علی رضؓ سے پوچھا گیا کہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں قتل ہونے والوں کا انجام کیا ہوگا؟ تو حضرت علی رضؓ نے ان فریقوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"انھیں میں سے جو شخص بھی صفائے قلب کے ساتھ مرا ہو گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

غور فرمایئے حضرت شیر خدا رضؓ نے یوں نہیں فرمایا کہ میری جماعت کے افراد تو جنت میں داخل ہوں گے اور حضرت معاویہ رضؓ کے ساتھ جو صحابہ کرام رضؓ کی جماعت تھی وہ جنت کی مستحق نہیں ہے۔ اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضؓ اور سیدنا امیر معاویہ رضؓ کے ساتھ علی المرتضیٰ کی جنگیں، جو سبائی حربوں سے لڑوائی گئی تھیں، وہ ان حضرات کے مابین اجتہادی اختلاف تھا کسی دشمنی یا ذاتی مخالفت کا شبہ تک بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس اختلاف رائے کے باوجود ایک دوسرے کا احترام و اکرام بھی برابر کیا جاتا تھا جس کو ہم نے سابقہ قسط میں واضح کیا تھا اور حضرت معاویہ رضؓ کے وہ کلمات عمر جو آپ رضؓ نے حضرت علی المرتضیٰ کی مدح و ثناء میں بیان کئے ہیں مختصراً نقل کئے تھے۔ اب خود حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کی زبان فیض ترجمان سے سلام کے ایک جری سپاہی حضرت امیرالمؤمنین معاویہ رضؓ کے فضائل مناقب حاضر خدمت ہیں حضرت علی المرتضیٰ نے متعدد مواقع پر حضرت سیدنا معاویہ رضؓ کی تعریف و توصیف بیان فرمائی ہے۔ ایک بار کسی نے مقتولین صفین کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا:

قتلانا وقتلا معاویہ فی الجنۃ

مورخ اسلام حضرت حافظ ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے کہ جنگ صفین سے واپس ہو کر حضرت علیؓ نے فرمایا: اے لوگو! تم معاویہؓ کی امارت کو ہرگز برا نہ کہو، کیونکہ اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو دیکھو گے کہ سر اپنے شانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جس طرح حنظل کا پھل اپنے درخت سے ٹوٹ کر گرتا ہے۔ نیز حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کی طرف سے اس لڑائی کی ایک ایسی مثال پیش کی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شیر خداؓ اس لڑائی کو کتنا مکروہ تصور فرماتے تھے۔ طوالت کے باعث اسے مختصراً سنیے:

ایک شیر اور تین بیل:

ایک بار جبکہ خوارج نے مداخلت کر کے حضرت علی المرتضیٰؓ کا خطبہ روک دیا تو آپؓ نے فرمایا کہ میری اور ان کی (خارجیوں کی) مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک جنگل میں ایک شیر اور تین بیل رہتے تھے۔ ایک بیل سرخ رنگ کا تھا، دوسرا کالا اور تیسرا سفید تھا۔ اب شیر جس بیل کو مارنا چاہتا باقی دو بیل مزاحمت کرتے۔ نتیجہ یہ نکلتا کہ شیر اپنے مقصد میں ناکام رہتا۔ آخر شیر نے ان بیلوں میں پھوٹ ڈالنے کی ایک تجویز سوچی اور سفید بیل کی عدم موجودگی میں سرخ اور سیاہ بیل سے کہنے لگا کہ اس سفید بیل نے ہم سب کو رسوا کر دیا ہے، اس لئے کہ سفید ہونے کی وجہ سے یہ دور سے نظر آ جاتا ہے اور ہم تو سب رنگدار ہیں، اس لئے اگر تم اجازت دو تو میں اسے ختم کر دوں۔ ان دونوں نے اجازت دیدی تو سفید بیل کو شیر نے ہضم کر لیا۔ اب بھی یہ شیر باقی دو میں سے جس کو شکار کرنا چاہتا دوسرا مزاحمت کرتا۔ اس لئے اس نے پھر ایک چال تجویز کر کے سرخ بیل سے کہا کہ یار یہ سیاہ بیل تو بہت بدصورت ہے۔ تیرا اور میرا رنگ بھی ملتا ہے۔ تیری میری یاری رہے گی، اس لئے مجھے اجازت دیجئے کہ اس سیاہ کو میں ختم کر دوں۔ اس نے اجازت دیدی تو اس کو بھی شیر نے ہڑپ کر لیا۔ اب صرف ایک ہی سرخ بیل رہ گیا تھا۔ جب شیر نے اس کو شکار کرنا چاہا تو اس سرخ بیل نے کہا کہ در اصل میں اسی دن مارا گیا تھا جس دن پہلا بیل مارا گیا تھا۔ حضرتؓ نے اس مثال کے بعد بڑے افسوس سے مسلمانوں کی ان باہمی لڑائیوں کو غیر مفید قرار دیا۔ مقصد یہ تھا کہ ان سبائیوں نے پہلے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا پھر ام المومنینؓ کے ساتھ جنگ جمل کرادی اور معاویہؓ کے ساتھ جنگ صفین۔ اب ان سبائیوں نے خارجیت کی صورت اختیار کر کے میرے اوپر حملہ آور ہیں۔ حقیقتاً میرے اوپر حملہ اسی دن ہو چکا تھا جب ان بدبختوں نے حضرت امیر المومنین عثمان غنیؓ کو شہید کر دیا تھا۔ یہ بھی منقول ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ جنگ صفین کے دوران راتوں میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ اچھا مقام وہ تھا جو عبداللہ بن عمرؓ اور سعد بن مالکؓ وغیرہم نے اختیار کیا۔ (نوٹ) ان صحابہ کرامؓ نے غیر جانبداری اختیار کر کے کسی جنگ میں شرکت نہیں کی) نیز ایک بار حضرت امام حسنؓ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا یا حسنؓ یا حسنؓ الخ۔ اے حسنؓ اے حسنؓ تیرے باپ کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائیگا۔ تیرے باپ کی تمنا یہ ہے کہ کاش وہ اس واقعہ سے بیس سال پہلے فوت ہو گیا ہوتا۔

سنن بیہقی میں ہے کہ حضرت علیؓ سے سوال کیا گیا کہ ہمارے ساتھ جنگ کرنے والے مشرک ہیں؟ فرمایا ہرگز نہیں۔ شرک سے بھاگ کر ہی تو وہ اسلام میں آئے ہیں۔ پھر پوچھا گیا کیا وہ منافق ہیں؟ تو فرمایا نہیں۔ منافق تو اللہ تعالیٰ کو بہت کم یاد کرتے ہیں، اور یہ لوگ تو بکثرت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے ہیں۔ پوچھا گیا کہ پھر یہ لوگ کون ہیں؟ فرمایا اخواننا یہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے بھول کر بغاوت کی ہے۔ آپؓ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ قیامت کے روز ہم ان لوگوں میں سے ہوں گے جنکے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ونزعنا ما فی صدورھم من غل کہ جنت میں ہم ان کے دلوں کی باہمی کدورت نکال دیں گے۔

اس لئے وفات سے قبل حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے امام حسنؓ کو وصیت کر دی تھی کہ حضرت معاویہؓ سے فوراً صلح کر لینا اور ان کے امیر المومنین ہونے پر کراہت نہ کرنا۔ یہ وصیت حضرت شیر خداؓ نے بڑے وسیع تجربہ کے بعد فرمائی تھی۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ حضرت سیدنا معاویہؓ حضرت علی المرتضیٰؓ کی نگاہ دوررس میں بھی خلافت کے لئے موزوں تھے اور خلافت کے مستحق بھی تھے ورنہ ایسی وصیت چہ معنی دارد؟ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشنگوئی بھی تھی کہ میرا یہ بیٹا حسنؓ امت کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔ یہ پیشنگوئی حضرت علیؓ کے علم میں بھی ضرور ہو گی۔ چنانچہ چھ ماہ کے اندر حضرت امام حسنؓ نے حضرت معاویہؓ کی بیعت کر لی۔ صلح نامہ لکھا گیا جو کہ قدرے طویل ہے۔ حضرت معاویہؓ نے اس پر بلا چون و چرا دستخط کر دیے جس میں یہ بھی درج تھا کہ مسلمانوں میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت خلفائے راشدینؓ کے مطابق حکومت ہو گی۔ ان سب حقائق کو اگر بغور دیکھا جائے تو حضرت سیدنا امیر معاویہؓ نے جو اسلام اور اسلامی سلطنت کی خدمات سرانجام دی ہیں وہ منفرد اور بے مثال ہیں۔ اس لئے جب امام المعصوم حضرت حسنؓ سے صحابہ کرامؓ کے باہمی قتال کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا: "یہ ایسی لڑائی تھی جس میں صحابہؓ موجود تھے اور ہم غائب (باقی صفحہ ۲۹ پر)

دلسوز محمد نعیم ترین
کواس، زیارت

شہید ملت
سید مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ

ظلم واستبداد کے خوگروں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے جب ایک حق آگاہ مرد مصائب سے بے پرواہ ہو کر جابر کی تلپھٹوں کو خاک کرتا ہے۔ حاکم کے روبرو اس کے ظلم کی دھجیاں اڑاتا ہے۔ سلطنتوں کے تار بکھیرتا ہے۔ بادشاہ کے گریبانوں سے کھیلتا ہے۔ آلام کی گھاٹیوں میں مسکراتا ہے۔ اسلاف کے آئینہ تاریخ کو دہراتا ہوا بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ اس کے کردار پر قومیں فخر محسوس کرتی ہیں۔ تاریخ کے مقدس اوراق انہیں اپنے اندر جگہ دینے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ آنے والی نسلیں ان کے اعلیٰ کردار کو دیکھ کر اپنی زندگی سنوارتی ہیں۔ زندہ قومیں ان کے نقوش پر اپنا نصب العین متعین کرتی ہیں۔ ایسی مقدس شخصیتیں صدیوں کے بعد جنم لیتی ہیں ؎

زندہ وہ ہیں جو عشق محمدؐ میں مر گئے
حق ہے کہ اپنے حق میں بڑا نام کر گئے

دراصل ایسے لوگ آرائش کی زندگی کو آلائش کے ایام پر قربان کر دیتے ہیں۔ راحت کی زندگی پر مصیبت کی گھڑیاں نثار کر کے توحید و رسالت اور جذبۂ حریت و آزادی میں تازگی پیدا کرتے ہیں۔ ان جانبازوں میں علماء حق کا نام سرفہرست ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو بارگاہ ایزدی میں مقبول و منظور ہوتے ہیں۔ انسانیت کے دلوں میں بھی یہی لوگ حکومت کرتے ہیں۔ انہیں زنداں کی کلفتیں راحت محسوس ہوتی ہیں۔ مصائب کی آندھیاں ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ستم کے طوفان ہیچ لگتے ہیں۔ وہ طوفان و مصائب کی موجوں میں شناوری کرتے ہیں۔ بیڑیوں کو زینت کہتے ہیں، ہتھکڑیوں کو چومتے ہیں۔ وہ دارِ حق پر بھی حق کی صدا بلند کرتے ہیں۔ وہ ظلم کو آواز دیتے ہیں۔ وہ ناموس رسالت کے خاطر اپنی جانوں کی بازی لگانے سے دریغ نہیں کرتے اور شمع رسالت پر پروانوں کی حیثیت میں قربان ہونے اور جان ناتواں راہِ حق میں قربان کرنے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ ان کا مقصود صرف اور صرف یہ ہوتا ہے کہ غلامی میں الجھی ہوئی انسانیت آزادی کے زیور سے آراستہ ہو جائے، ظلم کی دیواروں میں شگاف ہو جائے اور قصرِ استبداد و ظلم کی تاریکیاں کافور ہو جائیں۔ غضب کے ماتھے پر شگاف پڑ جائے۔

قتل فی اللہ کی تہ میں بقا کا راز مضمر
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

اللہ اللہ ہم جب تاریخ کھول کر دیکھتے ہیں تو ہمیں مجدد الف ثانیؒ یاد آتا ہے جس کو جلال الدین اکبر نے تین سال تک جیل کی تنگ کوٹھڑیوں میں رکھا۔ ہم جب دیکھتے ہیں تو ہمیں امام النسائیؒ کی یاد سے کلیجہ پھٹ جاتا ہے جس کو مسجد میں شہید کیا گیا۔ ہم جب دیکھتے ہیں تو ہمیں امام ابو حنیفہؒ کی اسیری یاد آتی ہے جس کا جنازہ جیل سے اٹھایا گیا۔ ہمیں امام محمدؒ کا وہ وقت یاد آتا ہے کہ جب ایک فتوے پر اُن کا منہ کالا کر کے مدینہ کے گلی کوچوں میں پھرایا گیا۔ ہمیں شاہ ولی اللہؒ کا وہ وقت یاد آتا ہے جبکہ اس کی انگلیاں کاٹی گئیں۔ ہمیں شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور سید احمد شہید بریلویؒ کا وہ وقت یاد آتا ہے کہ بالاکوٹ کے مقام پر ان کی گردنیں کاٹی گئیں۔

ہمیں اپنے اسلاف کی آئینہ تاریخ میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کا وہ وقت یاد آتا ہے کہ مالٹا کی جیل میں انگریز سامراج نے ان کی کمر پر لوہے کی گرم گرم سلاخیں لگائیں اور کمر کی چربی پگھل کر بدن پر پڑی رہ گئی۔ اس پر میں کیا لکھ سکتا ہوں۔ علماء حق عہد ساز جانبازوں کی جوانیاں جیلوں کی تنگ و تاریک بوسیدہ کوٹھڑیوں میں گذری ہیں۔ ان کا شباب کا زمانہ جیلخانوں کی نذر ہوا۔ ان کی حسرتیں جواں رہیں سر میں خاک رہیں۔ قوم و ملت کے غم نے بہت سے نوجوان عبقریوں کو شیخوخیت کی دہلیز پر کھڑا کر دیا۔ اسلام کے فرزند ہر دور میں طوفان سے ٹکراتے رہے ہیں۔ سیاست کی خاردار وادیوں میں قدم رکھا تو اقتدار ان کے قدموں پر جھکا اور وہ سلطنتوں کے فاتح بن گئے۔ انہوں نے شاہوں کے تکبر خاک میں ملا دیے۔ وہ جانتے تھے کہ موت و حیات کا مالک خداوند قدوس کے سوا کوئی نہیں۔ حق اور باطل کی جنگ ہر دور میں ہوا کرتی ہے، اور جب بھی

باطل نظریات کے حامی اور لادینیت کے پجاری ایجنٹ کسی باطل ازم کا پرچار شروع کرتے ہیں تو اہل حق شمشیر بکف ہو کر صف آرا ہوتے ہیں اور ان کو للکارتے ہیں اور خار دار وادیوں سے گزر کر اسلام کی آبیاری کے لئے اللہ پاک کے مقبول بندے اسلام کی حفاظت کی خاطر جان کی بازی لگا کر باطل قوتوں کو خس و خاشاک کر کے رکھ دیتے ہیں، اور یہ سلسلہ انبیاء علیہم السلام سے شروع آرہا ہے کبھی ابراہیمؑ اور نمرود کی شکل میں، کبھی موسیٰؑ اور فرعون کی شکل میں، کبھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابوجہل، کبھی امام حسینؓ اور یزید کی شکل میں۔ الغرض اللہ پاک ہر باطل کے لئے حق کا انتخاب فرماتے ہیں اور اپنے دین کی حفاظت ان سے کراتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی تکالیف اور انکی قربانیوں کا احاطہ میرا قلم نہیں کر سکتا۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ نے اسی دین کے لئے جتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں اس کے لئے ایک مستقل دفتر کی ضرورت ہے۔ الغرض اہل حق کی بات چل رہی تھی کہ اہل حق وہی ہوتے ہیں جو اللہ پاک کی حاکمیت کے سوا کسی دوسرے کی حاکمیت نہیں مانتے اور وہ کسی باطل پرست کے اقتدار کو تسلیم نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں کہ نفع و نقصان کا مالک ایک ہی اللہ کی ذات ہے۔ اور جب یہ کہا پھر اس پر ڈٹے رہے کہ اگر ان کو سولیوں پر چڑھایا گیا تو بھی حق کہنے سے باز نہ آئے اور اسی حق کی خاطر اور حق کہنے پر امام نسائیؒ کو مسجد میں شہید کیا گیا۔ اور مندرجہ ذیل علماء حق نے جتنی قربانیاں دی ہیں شاید کوئی اور اس کا تصور بھی نہ کر سکے۔

ان میں مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہؒ، شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، سید احمد شہید بریلویؒ، مولانا محمد قاسمؒ بانی دارالعلوم دیوبند، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، علامہ انور شاہ کاشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا جعفر تھانیسریؒ، مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ، مولانا داؤد غزنویؒ، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمود غزنویؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مولانا شوکت علیؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا عرض محمد بلوچستانیؒ، مولانا سید شمس الدین شہیدؒ۔ ان ہی مجاہدین نے برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں میں جذبۂ آزادی بیدار کر دیا۔ شاہ ولی اللہؒ نے اسلام کا معاشی و اقتصادی نظام پیش کر کے تیس سال بعد ظاہر ہونے والے لینن مارکس کا راستہ روک دیا۔ یورپ کے فلسفہ کے مقابلے میں ایمان کا فلسفۂ حیات پیش کیا، اور ان کے باطل و مبہم افکار کو خاک میں ملا دیا۔ اقتدار کو اپنی سابقہ روایات کے مطابق شاہ ولی اللہؒ کی سرگرمیاں راس نہ آئیں۔ انہوں نے شاہ ولی اللہ کے انگوٹھے کاٹ دیے۔ مظالم کے طوفان توڑے گئے۔ آخر عمر میں شاہ صاحب نابینا ہو گئے۔ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے انگریز کی پیش کش کو اپنے پاؤں سے ٹھکرا دیا۔ اس کے بعد انگریزوں نے جس بربریت و سفاکیت کا مظاہرہ کیا وہ ایک الم انگیز داستان خونچکاں سے کم نہیں۔ اس کے تذکرے ہی سے دل تھرا جاتا ہے، قلم لرزتا ہے، زبان لڑکھڑاتی ہے کیا لکھا جائے۔ دوسری طرف جانبازوں کی حیرت ناک استقامت اور فقید المثال جرأت نے ایک تاریخ قائم کر دی۔ ستم ہائے انگریز کے مقابل بیروت کے عیسائیوں کا ظلم کیا ہوگا۔ حجاج کا جبر و قہر کیا ہوگا۔ سب وحشیانہ مظالم اس اخلاق سوز بربریت کے سامنے ہیچ نظر آئیں گے۔ علماء حق پر بیتا ہوا ظلم خود نوحہ کناں ہے۔ خود ظالم ان کی حالت زار سے کانپنے لگے۔ سنگدل بھی ان کی داستانوں سے اشکبار ہوئے، ان کے استقلال پر تاریخ کے اوراق رشک کرتے ہیں۔ ان کی استقامت پر عقول و فحول ورطۂ حیرت میں پڑ گئی۔ ان کی حق گوئی پر ہر انسان بے ساختہ داد دینے لگا۔ غموں کے ہجوم انہیں عزائم کی تکمیل سے باز نہ رکھ سکے۔ مصائب کی کالی کالی گھٹائیں، مہیب طوفان خوفناک آندھیاں انہیں اپنے موقف سے دور نہ رکھ سکیں۔ رنج والم کے مسموم تھپیڑے ان کی راہ نہ روک سکے۔ انہوں نے ہر دکھ سے سکھ کا مزہ پایا۔ ہر کلفت سے الفت کی۔ حوادث کے طوفان آئے تو قہقہوں سے جواب دیا۔ طبقہ امراء سے ہمیشہ بے التفاتی اور بے گانگی کا مظاہرہ کیا، نوابوں کے جھگڑے چلے تو انہیں کہا تمہارا یہ راستہ نہیں۔ ذیل میں چند ایک انگریز کے ظلم کے واقعات نقل کرتا ہوں، اس سے اندازہ ہوگا کہ علمائے دیوبند کن گھاٹیوں سے گزر کر خداوند قدوس کی بارگاہ میں گئے اور کن مراحل سے گزر کر تحریک آزادی کا خواب شرمندۂ تعبیر کیا۔

انگریز کے ظلم سے فرعون و نمرود و شداد کی سختیاں بھی کانپ اٹھتی ہیں۔ جب انگریز نے ہندوستان کے شہروں پر قبضہ کیا تو دہلی کو آٹھ دن تک فوج لوٹتی رہی۔ بعد ازاں بمبئی، لکھنؤ، کانپور، الٰہ آباد، آگرہ، میرٹھ، سیالکوٹ، پشاور میں فوجی غنڈوں سے مسلمانوں کی بے حرمتی کرائی گئی۔ ہندوستان میں مذہب اسلام کا تمسخر اڑایا گیا۔ اسلام پر ڈاکے ڈالے گئے۔ سکولوں اور کالجوں میں برسرعام عیسائیت کی تبلیغ کی گئی۔ ہندوؤں کو اسلام پر اعتراضات کرنے کا موقع فراہم کیا جاتا تھا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ داڑھی والے انسان کو گولی مار دی جاتی تھی۔ اسلامی یونیورسٹی جس پر شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا تھا، جس نے بڑے بڑے فضلاء، فصحاء، مولانا محمد قاسمؒ بانی دارالعلوم دیوبند جیسی اکابر شخصیتوں کو جنم دیا تھا۔ اس کی عمارت کو توپوں سے اڑا دیا گیا۔ مسجد کی بے حرمتی

اس حد تک ہوئی کہ دہاں کلب، میخانے بنائے گئے۔ سی۔آئی۔ڈی اتنی سخت تھی کہ کوئی شخص آزادی کا نام لیتا تو اسے گرفتار کر لیا جاتا اور اسیرِ زنداں ہوتا تھا۔

شاہی مسجد لاہور میں منٹگمری، ساہیوال گوجرانوالہ، ضلع شیخوپورہ کے مجاہدین آزادی علماء حق کو گرفتار کر کے لایا گیا۔ اس مسجد کے صحن میں پھانسی دی گئی۔ کیا اہل اسلام یا کوئی دوسرا انسان داستان ظلم کی الم اخلاق سوز و دلخراش حرکات پر اب بھی ظالم برطانوی سامراج کی تہذیب کو عوامی زندگی کا سہارا دے گی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں دہلی کی چاندنی چوک سے لے کر خیبر تک کوئی درخت ایسا نہ تھا جس درخت پر علمائے حق کی گردنیں نہ لٹکتی ہوں۔ جس وقت انگریز کے خلاف بات کرنی جرم ہوئی اور موت کو دعوت دینی تھی تو اس وقت علمائے حق سر پر کفن باندھ کر میدان کارزار میں کود پڑے اور دنیا کو ثابت کر دیا کہ علماء حق کٹ تو جایا کرتے ہیں لیکن وہ کسی کے ظلم سے خائف ہو کر حق کی صدا کو ترک نہیں کرتے اور انگریز خود ان کی جوانمردی، شجاعت، دلیری حق گوئی وبیباکی کا اعتراف کر چکے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے علماء حق کا جرأت مندانہ واقعہ ہے ایک مرتبہ انگریز نے علماء کی گرفتاری شروع کی اور اچھی جید جید علماء کو جمع کر کے آگ جلا دی اور ان سے کہا کہ تم انکارِ جرم کر لو کہ ہم ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں شریک نہیں تھے اور نہ ہی ہم ان کے حامی ہیں۔ وہ زبانِ حال سے اقبال جرم کرتے تھے کہ ہم شریک تھے اور انگریز کے خلاف تحریک چلا رہے تھے۔ اس پر چالیس علماء کو آگ میں میں جلا دیا گیا اور چالیس دیگر علماء کے کپڑے اتار دیے گئے۔ انگریز ان سے کہتا ہے کہ تم انکارِ جرم کر لو، تم کو کچھ نہیں کہا جائے گا، لیکن انگریز ٹائمز لکھتا ہے کہ:

میں نے روئے زمین پر اس طرح کے گروہ کو نہیں دیکھا کہ وہ اپنے چالیس علماء کو دیکھ رہے تھے جو آگ میں جل رہے تھے اور یہ موت سے خائف ہو کر انکارِ جرم کر لیتے، بلکہ کہتے تھے کہ ہم انگریز کے باغی ہیں اور انگریز کے خلاف تحریک چلانے والے ہیں۔ ہم ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شریک تھے اور اب بھی انگریز کے خلاف جنگ لڑیں گے۔

ع جنگ آزادی کے مجرم سسکیاں لیتے رہے
موت کی آغوش نے آکر سکون انکو دیا

ہمارے قائد سید شمس الدین شہیدؒ ان ہی علماء کا سبق آموختہ تھے۔ وہ ایک ایسے کاروانِ حق سے وابستہ تھے جن کی شجاعت، دلیری، صبر و استقامت پر تاریخ کے اوراق رشک کرتے۔ سید شمس الدینؒ تعلیمی دور ہی سے واضح اور ٹھوس عقائد و نظریات اور واضح سیاسی رجحانات کے حامل تھے۔ آپ کے دل میں جذبۂ جہاد اور شہادت کے لئے بے تاب تھے۔ وہ اپنے اکابر کی یاد تازہ کرنے والا شمس جب طلوع ہوا تو مرزائیوں کو موت کا پیغام لے کر طلوع ہوا۔ سید شمس الدین شہیدؒ کا یہ احسان کون ادا کر سکتا ہے جنہوں نے نوّے سالہ پرانے قادیانی فتنہ کو حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے ہاتھوں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زمین بوس کر دیا۔ سید شمس الدین شہیدؒ نے جن علماء کرام سے شرف تلمذ حاصل کیا وہ اکابرین دیوبند میں خاص درجہ کے حامل ہیں۔

آپ نے دو سال مدرسہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی سرپرستی میں تعلیم حاصل کی۔ ۲ سال مدرسہ جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں حضرت العلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی سرپرستی میں مزید تعلیم حاصل کی۔ دو سال آپ مدرسہ مخزن العلوم والفیوض خانپور میں حضرت درخواستی مدظلہ کی خدمت میں فنون اور اس کے علاوہ قرآن کریم کی تفسیر پڑھی اور حضرت درخواستی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ اس کے بعد مدرسہ نصرة العلوم گوجرانوالہ میں شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر سے حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دورہ کر کے وہاں سے فراغت کی سند حاصل کی۔ حصول التعلیم کے بعد گھر واپس گئے اور والد محترم مدظلہ کے ارشاد پر پرانے خاندانی مسجد مکی میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اسی دور میں بھی آپ جمعیۃ طلباء اسلام سے وابستہ اور صوبہ میں اس کی تنظیم نو کے لئے شبانہ روز مصروفِ عمل تھے۔ بعد میں جب ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات کا مرحلہ پیش آیا تو قائد جمعیۃ علماء اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب دامت برکاتہم کے ارشاد پر باقاعدہ جمعیۃ علماء اسلام میں شامل ہو گئے، اور فورٹ سنڈیمن کے صوبائی حلقہ میں الیکشن لڑ کر علاقے کے بہت بڑے بااثر سردار نواب تیمور شاہ جوگیزی کو شکست دی، جبکہ نواب صاحب کے مقابلے میں کوئی اور صاحب آنے کی ہمت نہیں کر رہے تھے اور ہر شخص نواب کے اثر و رسوخ، دولت اور الیکشنی ہتھکنڈوں سے خائف تھا۔ آپ نے بے سروسامانی کے عالم میں بھی دست برداری اور انکار نہیں کیا۔ الیکشن میں شاندار کامیابی کے بعد مولانا سید شمس الدین شہیدؒ نے جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیم نو، علاقے کے مسائل اور عوام کی مشکلات کے سلسلے میں علاقائی اجارہ داروں کے سیاسی بھرم کا بت منہ کے بل گرا کے اپنے حلقہ کے عوام کی صحیح نمائندگی کا حق ادا کیا۔

گورنر کے دربار میں اذان

اس کے علاوہ آپ نے صوبائی حکام سے اپنی ملاقاتوں میں انہیں یہ احساس دلانا شروع کر دیا کہ صوبہ میں اسلامی افکار و روایات اور قوانین و احکام کی پاسداری اب ناگزیر ہو گئی ہے اور جمعیۃ علماء اسلام اپنا یہ فرض

پوری جرأت و استقامت کے ساتھ ادا کرے گی ۔ یہی جذبہ تھا جس کے تحت آپ نے گورنر بلوچستان لیفٹننٹ جنرل ریاض حسین مرحوم کے دربار میں نماز کا وقت ہونے پر نوائے اذان بلند کرکے گورنر اور سرداروں کو انگشت بدنداں کر دیا ۔ مولانا شہیدؒ نے بیان کیا کہ جب میں نے اذان دی تو گورنر صاحب نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون دیوانہ ہے ۔ لوگوں نے جواب دیا یہ صوبائی اسمبلی کے نومنتخب ممبر مولوی شمس الدینؒ ہیں ۔ اذان سے فارغ ہو کر میں گورنر صاحب کے پاس گیا اور عرض کیا حضور اذان میں نے دیدی ہے اور چونکہ آپ صوبہ کے حاکم اعلیٰ ہیں اس لئے اسلامی روایات کے مطابق نماز کی امامت کے فرائض آپ نے سرانجام دینا ہیں ۔ اس پر گورنر صاحب نے فرمایا بابا ہمیں تو اپنی نمازیں صحیح نہیں آتیں ہم لوگوں کو کیا پڑھائیں گے ۔ یہ کام آپ ہی کر سکتے ہیں اور شاید بلوچستان کی تاریخ میں پہلی بار سرداروں کے دیکھتے دیکھتے نماز باجماعت ادا کی گئی ، گویا مولانا شہیدؒ نے صوبہ کے بڑے بڑے سرداروں اور حکام پر یہ بات واضح کر دی کہ وہ بڑے سے بڑے ایوان میں کلمۂ حق کہنے اور منوانے کی جرأت و صلاحیت رکھتے ہیں ۔

صوبائی اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر

جمعیۃ علماء اسلام اور نیشنل عوامی پارٹی کے مابین پارلیمانی معاہدہ کے بعد ۲ مئی ۱۹۷۲ء کو بلوچستان کی پہلی اسمبلی کا اجلاس مسٹر عبدالصمد خان مرحوم کی زیر صدارت ٹاؤن ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا جس میں نیپ کے جناب محمد خان باروزئی کو صوبائی اسمبلی کا سپیکر منتخب کیا گیا ۔ ۳۰ مئی کو دوسرے اجلاس میں مولانا سید شمس الدینؒ کو متفقہ طور پر ڈپٹی سپیکر منتخب کر لیا گیا ۔ اور پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار ایک عالم دین نے ایک اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر کی حیثیت سے حلف اٹھایا ۔ حلف برداری کے بعد آپ نے اسمبلی میں جو پہلی مختصر تقریر کی وہ آپ کے جذبات و احساسات کی آئینہ دار تھی ۔

سید شمس الدین شہیدؒ نے تحریک ختم نبوت میں جو کردار ادا کیا ہے' بلوچستان کے عوام کے دلوں میں ختم نبوت کا جذبہ بیدار کر دیا ہے ۔ تحریک ختم نبوت کا آغاز فورٹ سنڈیمن سے کیا ۔ جب قومی اسمبلی نے قرآن پاک کی طباعت و کتابت کو تحریف و اغلاط سے پاک رکھنے کا بل منظور کیا تھا ۔ مولانا شہیدؒ گھر میں تھے کہ کسی نے خبر دی کہ قادیانیوں نے قرآن پاک کے وہ نسخے فورٹ سنڈیمن میں تقسیم کرنا شروع کر دیے جو قادیانیوں نے انتہائی دجل و فریب کے ساتھ قرآن کے معانی و مفہوم میں ملحدانہ تحریف کرکے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے بطور خاص اشاعت کے شائع کئے ہیں ۔ مولانا شہیدؒ یہ بات گوارہ نہ کر سکے ۔ ان کی غیرت ایمانی جوش میں آئی اور حکام سے رابطہ قائم کیا ، سمجھایا کہ یہ حرکتیں ہماری ایمانی غیرت کو براہ راست چیلنج کے مترادف ہے ، لیکن حکام نے اسے معمولی بات سمجھ کر ٹالنے کی کوشش کی ، جس پر بلوچستان کے غیور عوام کے دلوں میں یہ خبر آگ کی چنگاریوں کی طرح جذبات میں طوفان سا پیدا ہوا ، اور مسلمان سینہ سپر ہو کر ناموس رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خاطر کسی حکم کے منتظر تھے ۔ وہ کسی مقرر کی تقریر سننے کے روادار نہ تھے ۔ ان کا ایک ہی نعرہ تھا : تقریروں کے بجائے عملی قدم اٹھاؤ ۔ بس یہ خبر بجلی کی طرح پورے ملک میں پھیلی اور ں الدینؒ شہیدؒ نے تہیہ کر لیا کہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہ دی جائے ۔ اس کا پس منظر بہت طویل ہے جس کا احاطہ ناممکن ہے ۔ ۱۷ ، ۱۸ جولائی کی درمیانی شب ایک بجے مجسٹریٹ نے پولیس کی بھاری جمعیت کے ساتھ مولانا کے مکان کو گھیر لیا اور دروازہ پر دستک دی ۔ آپ پہلے سے منتظر تھے ۔ والدہ محترمہ کی چارپائی پر گئے ۔ ان سے اجازت طلب کی اور بلند حوصلہ ماں کی دعاؤں کے ساتھ گھر سے رخصت ہو گئے ۔ مولانا شہیدؒ کی اس گرفتاری کے بعد ان کے بارے میں عوام کو مکمل اندھیرے میں رکھا گیا ۔ کم و بیش ایک ماہ تک شہیدؒ کے خاندان ، جماعتی قائدین و ارکان اور احباب و رفقاء کو کچھ پتہ نہ چل سکا کہ مولانا شمس الدینؒ کہاں ہے ۔ حکومت سے مطالبات ہوئے اجتماعات میں قراردادیں منظور کی گئیں ، ہر جگہ صدائے احتجاج بلند کی گئی ، مگر حکومت خاموش رہی ؛ بلکہ حکومت یہ تاثر بھی دے رہی تھی کہ مولانا کو حکومت نے گرفتار ہی نہیں کیا ۔

مولانا کو ہر چند ڈرایا دھمکایا گیا ، ہیرول کی لالچ دی گئی ، وزارت اعلیٰ کی پیشکش کی گئی ، لیکن مولانا نے ناموس رسالت کے پیش نظر ان سب کو ٹھوکر مارا اور اپنے اکابر کی یاد تازہ کرتے ہوئے ثابت قدم رہے ۔ دوسری طرف آپ سے اعلیٰ حضرت سیم و زر کی دلربائی کے سامنے ہتھیار ڈال چکے تھے ۔

شہادت :

شہادت سے تین روز قبل آپ نے رحیم یار خاں میں جمعیۃ علماء اسلام کے ایک جلسہ عام سے خطاب کیا ۔ فراغت کے بعد ۱۰ مارچ کو وہاں سے روانہ ہوئے ۔ رات سبی پہنچے ۔ اس کے بعد دوسرے روز کوئٹہ گئے ۔ ۱۶ مارچ کو مجلس عاملہ کا اجلاس طلب کر رکھا تھا ۔ گھر سے والد محترم مولانا محمد زاہد صاحب کا پیغام ملا کہ آکر ملجاؤ کافی دیر ہو گئی ہے ۔ آپ والد محترم کے فرمان کے مطابق ۱۴ مارچ کو کوئٹہ سے روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ ایک جہنم رسیدہ درندہ صفت انسان بھی مبینہ طور پر سوار ہوا ۔ اور قلعہ سیف اللہ کے آگے فل گئی کے مقام پر اس جہنم رسیدہ نے پچھلی سیٹ سے مولانا پر فائرنگ کی تین گولیاں چلائیں دو گولی دماغ میں اور (باقی صفحہ ۲۶ پر)

افغان مہاجرین اپنے گھر چھوڑنے پر اس لئے مجبور ہوئے

کہ اُن پر لادینیت اور آمریت ٹھونسی جا رہی تھی

ہری پور، ہزارہ : مدارس عربیہ کے سربراہ اور عالمی اسلامی مشن کے صدر حضرت مولانا عبداللہ درخواستی نے افغانستان میں روسی جارحیت کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ پوری ملت اسلامیہ کو مل کر اس جارحیت کا مقابلہ کرنا چاہیئے اور افغان بھائیوں کی اس مصیبت کی گھڑی میں مدد کرنی چاہیئے۔ انہوں نے اندرون ملک عوام کے اتحاد پر بھی زور دیا۔ وہ گذشتہ روز جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ ہری پور میں سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جلسہ سے خطاب کر رہے تھے۔ جلسہ کی صدارت مولانا قاضی محمد نواز نے کی۔ مولانا درخواستی نے فلسفۂ ہجرت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ افغان مہاجرین اپنے گھر چھوڑنے پر اس لئے مجبور ہوئے ہیں کہ اُن پر جبرًا لادینیت اور آمریت ٹھونسی جا رہی تھی۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم ان مہاجرین کی بھرپور امداد کریں۔

مولانا درخواستی نے عوام پر زور دیا کہ وہ دین اسلام کے تحفظ کے لئے بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے اپنی زندگیوں کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے اور اسلامی تعلیمات پر صحیح معنوں میں عمل کرنا چاہیئے۔

جلسے سے مولانا فضل رازق، مولانا حکیم عبدالرشید انور۔ قاری حضرت گل آف بنوں۔ مولانا ضیاء الدین۔ قاری عبدالقدوس نے بھی خطاب کیا۔ اس سے قبل قومی ملی کونسل کے رکن مولانا حکیم عبدالرشید انور نے مولانا عبداللہ درخواستی کے اعزاز میں عشائیہ دیا۔ مولانا درخواستی نے ہزارہ ڈویژن کا تفصیلی دورہ کیا۔ بالاکوٹ۔ مانسہرہ۔ ایبٹ آباد میں مساجد میں اجتماعات سے خطاب کیا۔ مولانا درخواستی نے سدہ مہاجر کیمپ ٹل پشاور میں مہاجرین کے کیمپوں کا دورہ بھی کیا۔

گوجرانوالہ میں

نظام العلماء کا قیام:

گوجرانوالہ شہر کے علماء کا ایک اجلاس علامہ محمد احمد لدھیانوی کی قیامگاہ پر مولانا زاہد الراشدی کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں علماء حق کی تبلیغی و دینی سرگرمیوں میں نظم و ربط پیدا کرنے کی غرض سے "نظام العلماء" قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور شہری تنظیم کے مندرجہ ذیل عہدیداروں کا چناؤ عمل میں آیا:

امیر	علامہ محمد احمد لدھیانوی
نائب امیر	حافظ محمد ثاقب
ناظم اعلیٰ	چودھری محمد یعقوب
ناظم	علامہ عبدالغفور بٹ
خازن	حشمت علی
ناظم نشرواشاعت	حافظ گلزار احمد آزاد

مولانا زاہد الراشدی نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "نظام العلماء" ایک غیر سیاسی دینی تنظیم ہے جس کا مقصد ملک میں اسلامی اقدار کی ترویج کی غرض سے علماء حق کی تبلیغی سرگرمیوں میں نظم و ضبط پیدا کرنا ہے۔

اکابر کی پیروی کریں:

مولانا زاہد الراشدی نے چنیوٹ، حافظ آباد اور فیصل آباد میں احباب سے دینی و تبلیغی امور پر تبادلۂ خیالات کیا اور اس بات پر زور دیا کہ ہمیں اپنے اکابر کی پیروی کرتے ہوئے اسلامی اقدار کی سربلندی کے لئے مخلصانہ جدوجہد کرنی چاہیئے۔ مولانا گل محمد توحیدی اور ڈاکٹر غلام محمد بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

ڈھیری نصرتی کے علماء

کا تبلیغی دورہ

ربیع الاوّل کے مہینہ میں ڈھیری نصرتی کے علماء نے سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سلسلہ میں درج ذیل دیہات کا تبلیغی دورہ کیا جن میں گنڈیری خٹک، شیدان بانڈہ۔ زرکی نصرتی۔ میانکی بانڈہ۔ چوکارہ۔

سید علی بانڈہ ۔ شوبلی بانڈہ ۔ شادی خیل ۔ سراج خیل ۔ ونکی سراج خیل شامل ہیں ۔

دورہ مندرجہ ذیل علماء پر مشتمل تھا :

مولانا پیر غلام ، حافظ ابن آمین
مولوی سبز علی ، مولوی تاج الدین
مولوی غلام نبی

ان علماء نے مندرجہ بالا گاؤں میں جلسوں سے خطاب کیا اور سیرت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر خوب روشنی ڈالی ۔ سیرت نبوی علیہ السلام کے مطابق زندگی گذارنے کے لئے لوگوں کو تلقین کی ۔

آخر میں سب سے بڑا جلسہ ٹھٹھی نصرتی میں ہوا جس سے مولانا احمد جان آف عزنی خیل ۔ مولانا معین الدین وغیرہ علماء نے خطاب کیا ۔ مولانا احمد جان نے فرمایا کہ ہماری کامیابی صرف اس میں ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں ۔ مولانا معین الدین نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام بہت ارفع ہے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بہت اونچی ہیں ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر چل کر ہی ہم کامیاب ہو سکتے ہیں ۔

ممتاز عالم دین حضرت مولانا قاضی محمد اسلم صاحب کے لئے دعاء صحت

مدرسہ دار العلوم مدینہ ڈسکہ کے شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا قاضی محمد اسلم صاحب مدظلہ العالی ان دنوں دل کے شدید عارضہ میں مبتلا ہیں ۔ ان کو فوری طور پر امریکن ہسپتال سیالکوٹ میں داخل کرا دیا گیا ہے ۔ تمام احباب سے صحت کاملہ کے لئے استدعا کی جاتی ہے ۔

منجانب :
اقبال احمد بھٹی ، ڈسکہ
مولانا عنایت اللہ ، ڈسکہ

پاکستان کا پہلا عربی مجلہ ماہنامہ صوت الاسلام یکم اپریل سے پشاور سے شائع ہوگا ۔

پشاور : ممتاز دینی درسگاہ جامعہ اشرفیہ پشاور کے ایک پریس ریلیز کے مطابق جامعہ کی انتظامیہ نے محسوس کیا ہے کہ ملک عزیز پاکستان میں ایک بھی قابل ذکر عربی مجلہ نہیں ، جو کہ ایک انتہائی قابل افسوس امر ہے جبکہ ہندوستان میں چار سے زائد معیاری عربی جرائد شائع ہوتے ہیں ۔ حالانکہ عربی زبان اور عربوں سے محبت ہر مسلمان کا جزو ایمان ہے اس کمی کو دور کرنے کے لئے جامعہ نے فیصلہ کیا ہے کہ یکم اپریل ۸۰ء سے توکل علی اللہ پشاور سے پاکستان کا پہلا عربی مجلہ ماہنامہ 'صوت الاسلام' شائع کیا جائے ۔

اس کے مدیر اعلیٰ مولانا محمد یوسف قریشی ہوں گے جبکہ مدیر مولانا محمد اشرف علی قریشی اور مدیر معاون کے لئے جامعہ ازہر کے شیخ محمد دبستان احمد الازہری کی خدمات حاصل کرلی گئی ہیں ۔ 'صوت الاسلام' کی پالیسی چھ بنیادی مقاصد پر مشتمل ہوگی :

۱۔ نشر القرآن والسنۃ
۲۔ اتحاد بین العالم الاسلامی
۳۔ فروغ لسان العربی
۴۔ ربط بین المشائخ العلماء العالم
۵۔ افغانستان کے علماء ومشائخ اور عام مسلمانوں پر اشتراکیوں کے مظالم سے عالم اسلام کو باخبر کرنا ۔
۶۔ ہر باطل قوت کا تعاقب کرنا ۔

یاد رہے کہ جامعہ کی طرف سے گذشتہ نو سال سے ماہنامہ صدائے اسلام کے نام پر ایک معیاری مجلہ انتہائی کامیابی کے ساتھ اردو دان طبقہ میں خدمت دین انجام دے رہا ہے ۔ ملک و بیرون ملک کے تمام قابل ذکر مشاہیر تحریری طور پر اس کی خدمات کو خراج تحسین پیش کر چکے ہیں ۔ والحمد للہ علی ذلک کثیرا ۔

عربی مجلہ 'صوت الاسلام' ابتدا میں کم حجم اور سادگی سے شائع کیا جائے گا اور بتدریج اگر امداد خداوندی شامل حال رہی تو اس کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کی جائیگی ۔ پرچہ کی تیاری کے ابتدائی انتظامات شروع کر دیے گئے ہیں ۔

سیاست سے لاتعلقی کا اعلان :

کراچی ۱۴ فروری : ضلع ژوب کے ممتاز عالم دین مولانا رحمت اللہ صاحب مندوخیل نے ایک اخباری بیان میں کہا ہے کہ ان کا کسی بھی سیاسی پارٹی سے تعلق نہیں ہے ۔ انہوں نے جاری کردہ ایک اخباری بیان میں کہا ہے کہ بعض حضرات ان کو کالعدم جماعت اسلامی کا رکن سمجھتے ہیں حالانکہ میرا کسی بھی خاص سیاسی پارٹی سے تعلق نہیں ہے اور نہ ہی میں کسی سیاسی جماعت سے منسلک ہوں ۔ میرا نصب العین ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشش کرنا ہے اور مرتے دم تک ملک میں کمیونسٹوں اور باطل ازم قوتوں کے خلاف جہاد کرنا ہے ۔ انہوں نے بلوچستانی طلبہ کے ایک وفد سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ ان کی پوری زندگی ملک اور قوم کی خدمت میں گزری ہے اور وہ کسی خاص جماعت میں شمولیت کے بغیر ملکی سطح پر قوم و ملک کی خدمت کریں گے ۔

دریں اثنا بلوچستانی طلبہ کے وفد نے مولانا رحمت اللہ صاحب مہتمم مدرسہ ریاض العلوم فورٹ سنڈیمن ژوب جو آجکل کراچی کے دورہ پر ہیں ملیر ہالٹ ایریا حاجی علیم محمد مندوخیل عزیزی کی رہائش گاہ پر ملاقات کی طلبہ کے وفد میں مندرجہ ذیل طلبہ شامل تھے ۔
گل حبیب قوم غورزئی ۔ سعد اللہ مردانزئی

عبدالمنان ناصر - عبدالجبار مردانزئی - امیرخان عبداللہ زئی فیض اللہ عبداللہ زئی - عبدالرحمٰن مندیزئی - خیر محمد نورعزئی - تیمور شاہ نورعزئی حبیب اللہ مندوخیل -

مساجد میں چوریوں کی بھرمار

پڈعیدن: گذشتہ دنوں مسجد نورانی ریلوے کالونی مال گودام ایریا سے نامعلوم افراد ایمپلیفائر چرا کر لے گئے جس کی رپورٹ پولیس تھانہ میں درج کرائی گئی، مگر تا حال چور گرفتار نہ ہو سکے - اس کے علاوہ مدنی مسجد ریلوے اسٹیشن سے نامعلوم افراد ایمپلیفائر پر ہاتھ صاف کر گئے اور بعدازاں ۲۲ فروری کو مدینہ مسجد ریلوے روڈ بلاٹوں والی بستی سے نامعلوم افراد کلاک اتار کر لے گئے جس کی تفتیش اہل محلہ اپنے طور پر کر رہے ہیں پولیس میں رپورٹ درج نہیں کرائی گئی - چوریوں کی وارداتیں بڑھتی جا رہی ہیں، لہذا انتظامیہ سے مطالبہ ہے کہ فوری طور پر چوروں کا سراغ لگا کر ان کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے -

اظہار تعزیت

مولانا محمد قاسم قاسمی جنرل سیکرٹری، مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی کے علاوہ اساتذہ طلباء نے ملک خلیل احمد اعوان نائب صدر، جمعیۃ طلبہ اسلام صوبہ پنجاب کے چچا صوبیدار محمود الحسن کی اچانک وفات حسرت آیات پر گہرے رنج و الم کا اظہار کیا - مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے - اجتماعی اور رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے - ان کی وفات سے چک ۱۲۲/۴ر ایک عظیم محسن سے محروم ہو گیا - مدرسہ قاسم العلوم میں مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کے لئے ۱۰۰ قرآن پاک سوا لاکھ کلمہ شریف پڑھوایا گیا - نیز ان کی مغفرت بلندی درجات کیلئے دعا کی گئی -

محمد امین نعیم

حکیم عبدالرشید انور کیطرف سے اظہار تشکر

ہری پور ہزارہ: قومی طبی کونسل کے رکن مولانا حکیم عبدالرشید انور نے ان تمام علماء کرام اور اطباء حضرات کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے حکومت کی طرف سے ان کے قومی طبی کونسل کے رکن نامزد ہونے پر مبارکباد کے تار اور خطوط ارسال کئے ہیں۔

"فیصل اک روشن ستارہ" کے مصنف کو ریاض آنے کی دعوت

سعودی حکومت نے سندری کے ممتاز عالم اور کئی کتابوں کے مصنف ادیب مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کو "فیصل اک روشن ستارہ" کی تصنیف پر ریاض آنے کی دعوت دی ہے۔

مولانا فاروقی سعودی حکومت کے سابق فرمانروا شاہ فیصل کے حالات زندگی پر ۵۰۰ صفحے پر مشتمل ایک کتاب لکھ رہے ہیں۔ یہ کتاب تین زبانوں میں شائع ہوگی۔ کتاب تکمیل کے آخری مراحل میں ہے

پچھلے دنوں سعودی وزیر اطلاعات کی طرف سے مولانا فاروقی کے نام ایک خط کے ذریعے مطلوبہ معلومات فراہم کرنے کے لئے ریاض آنے کی دعوت کے ساتھ شکریہ ادا کرتے ہوئے نیک تمناؤں کا اظہار کیا ہے۔

دریں اثنا سعودی وزیر خارجہ مسٹر سعود الفیصل کی طرف سے بھی ایک خط میں موصوف کو مطلوبہ معلومات فراہم کرنے کا یقین دلایا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسلام آباد سے سعودی سفیر مسٹر سمیر الشہابی کی طرف سے مولانا فاروقی کو مبارکباد دی گئی ہے۔

اہم اعلان

شکر گڑھ: تنظیم القاسم اہل سنت والجماعت شکر گڑھ نے دوسری بار علماء اہل سنت والجماعت دیوبند "تاریخ کے آئینہ میں" علماء اہل سنت والجماعت دیوبند کا تاریخی کردار اور علماء اہلسنت دیوبند کے عقائد شائع کئے ہیں، جو ہر سنی حنفی دیوبندی کے گھر اور مسجد میں ہونا ضروری ہے۔ ضرورت مند حضرات دفتر تنظیم "القاسم" اہل سنت والجماعت شکر گڑھ کے نام دو روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوا سکتے ہیں۔ آج ہی طلب کریں۔

انجمن پاک افغان دوستی بلوچستان

"انجمن پاک افغان دوستی" بلوچستان کے کنوینر حافظ حسین احمد نے کہا ہے کہ روس نے برادر اسلامی ملک افغانستان میں جس جارحیت کا ارتکاب کیا ہے اس سے اُن قوم پرست عناصر کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں جو کہ روس اور اس کے شیطانی نظام کے گن گاتے ہیں۔ وہ گذشتہ روز لورالائی میں انجمن پاک افغان دوستی کے مقامی ارکان سے بات چیت کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ عوام نے اُن ملک و ملت کے دشمنوں کو پہچان لیا ہے جو کہ ایک طرف تو قوم پرستی کا نعرہ لگاتے تھے اور دوسری طرف اسلام کے عادلانہ نظام کے مقابلے میں دوسرے ازموں کا پرچار کرتے تھے۔ آج جبکہ افغانستان کے مسلم عوام پر ظلم و استبداد کا بازار گرم ہے اُن کی قومی غیرت کہاں سو گئی۔

حافظ حسین احمد نے کہا کہ اب یہ عناصر افغان مسلمانوں اور مہاجرین کے خلاف بے بنیاد پروپگنڈہ کر رہے ہیں۔ انجمن پاک افغان دوستی پاکستان اُن کے ان مکروہ عزائم کو ناکام بنانے کا تہیہ کر چکی ہے۔

انہوں نے مولانا فتح خان کو انجمن پاک افغان دوستی لورالائی کا کنوینر مقرر کیا۔ دریں اثناء حافظ حسین احمد نے لورالائی میں جمعیت حرکت انقلاب اسلامی افغانستان کے مقامی صدر مولانا عیسیٰ محمد سے بھی ملاقات کی اور ان کے مسائل معلوم کئے۔

شعبہ نشر و اشاعت
انجمن پاک افغان دوستی بلوچستان

بقیہ: اللہ والوں کی دنیا

وہ پورے حالات کو جانتے تھے ہم نہیں جانتے۔ جس معاملہ پر تمام صحابہ رضی کا اتفاق ہے ہم اس میں ان کی پیروی کرتے ہیں اور جس معاملہ میں ان کے درمیان اختلاف ہے اس میں سکوت اختیار کرتے ہیں"

پھر ہمارے جتنے اسلاف گذرے ہیں سب نے حضرت امام حسن بصریؒ کے اس مقدس فرمان کی تائید بلکہ تاکید کی اس لئے ہمیں اب چودہ سو سال کے بعد ایسی باتوں کے پیچھے نہیں لگنا چاہئے، جن کے متعلق بقول حضرت حسن بصریؒ ہمیں پوری طرح علم بھی نہیں اور یہ تاریخی کتب جو صدیوں بعد مرتب ہوئیں انکو آنکھیں بند کر کے سب رطب و یابس کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اس سارے مجموعہ کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر قرآن کریم اور احادیث مبارک کے ایک بڑے حصے سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ حضرت معاویہؓ کی جمیع خدمات کے لئے ایک علیحدہ مضمون کی ضرورت ہے۔ اس سارے باب میں سے صرف تعمیر مساجد کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں مساجد بہت زیادہ تعمیر ہوئیں جن کے باعث ان تمام ممالک میں جہاں جہاں حضرت معاویہؓ کی حکومت تھی اسلام کی مستقل بنیادیں قائم ہو گئیں جو اس وقت تک قریباً قائم ہیں۔ حضرت معاویہؓ کے عہد میں جن جن شہروں میں مسجدیں بنائی گئیں ان کی تفاصیل کے لئے بڑی کتب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ تعمیر مساجد کے سلسلے میں دو باتیں خاص طور سے بیان کرنے کے قابل ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب بھی حضرت معاویہؓ نے کسی اجڑے ہوئے شہر کو بسایا، یا کوئی جدید شہر تعمیر کیا تو سب سے پہلے آپؓ کی وہاں مسجد کی بنیاد ڈالی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ گویا وہ اسلام کی بنیاد ڈالی۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ سے پہلے جو مسجدیں بنا کرتی تھیں، ان کے مینار نہیں ہوتے تھے۔ حضرت معاویہؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مسجدوں کے مینار بنوانے کا حکم دیا اور یہ چیز ان کی اولیات میں سے ہے۔ اس طرح مسجدوں کی شان و عظمت کو دوبالا کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کی لڑائیاں اقتدار کے حصول کے لئے نہیں تھیں جیسا کہ باور کر لیا گیا ہے، اور نہ ہی انکا اختلاف آج کی سیاسی پارٹیوں کی طرح تھا۔ یہ دونوں فریق صرف اور صرف دین کی سربلندی کے لئے اپنے اجتہاد اور فکر کے مطابق کام کرتے رہے۔ ہمارے لئے یہ سب صحابہ کرام رضی واجب الاتباع ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔

بقیہ: شمس الدین شہیدؒ

ایک جبڑے میں پیوست ہو گئی اور ۱۳ مارچ ۲ بجے سید شمس الدین نے جام شہادت نوش کیا۔

سید شمس الدین شہیدؒ کے قاتل نے شاید یہ سوچا ہو کہ میدان خالی ہو جائے گا۔ ہم ان کے قاتلوں کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ شمس الدینؒ ایک فرد کا نام نہیں تھا۔ ہمارا بچہ بچہ شمس الدینؒ کی صورت میں تمہارے سامنے آئے گا۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے تو غلط فہمی میں مبتلا ہو، بلکہ دیکھیں یہ کہہ گئے ہیں ؎

ہم روح سفر ہیں ہمیں ناموں سے نہ پہچان
کل اور کسی نام سے آ جائیں گے ہم لوگ

آخر میں ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شہید ملتؒ کی قبر پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرما اور ہمیں ان کے مشن کو اپنانے کی توفیق عطا فرما ۔

بقیہ: ایڈیٹر کی ڈاک

حدیث قدسی میں ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا:
"اے آدم کی اولاد! بیشک تو جب تک مجھ سے دعا مانگتا رہے گا اور (مغفرت کی) امید رکھے گا میں تجھ کو معاف کرتا رہوں گا کتنے ہی گناہ کیوں نہ ہوں اور (مطلق) پروا نہ کروں گا۔ اے آدم کی اولاد! اگر تیرے گناہ (زمین سے) آسمان تک کی بلندی تک بھی پہنچ جائیں گے اور پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے گا تو میں تیرے گناہ بخش دوں گا۔ اے آدم کی اولاد! اگر تو زمین بھر گناہ بھی میرے سامنے لائے گا اور پھر تو میرے سامنے اس حالت میں پیش ہوگا کہ تو نے کسی بھی چیز کو میرے ساتھ شریک نہ کیا ہوگا تو میں بھی زمین بھر مغفرت تیرے لئے ضرور لاؤں گا۔

اس لئے التماس ہے کہ شراب آبیز گانوں سے قوم کو نجات دلائی جائے، بلکہ گانوں کا سلسلہ ہی بند کیا جائے عبدالرحمٰن جامی النقشبندی

بقیہ: بصائر و عبر

مواعظ و ملفوظات کا مطالعہ کیا جائے۔

(ج) :- حضرات علماء کرام کا شمار چونکہ خواص امت میں ہوتا ہے اور ان کی ترقی و تنزل سے پوری امت متاثر ہوتی ہے، اس لئے اپنی اصلاح و تربیت کے لئے ہر عالم کا کسی متبع سنت شیخ کامل سے وابستہ ہونا ناگزیر ہے اور حضرات علماء کرام کو اس کا ضرور اہتمام کرنا چاہیئے۔ (بشکریہ بینات کراچی ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ)

ایڈیٹر کی ڈاک

مکرمی و محترمی جناب ایڈیٹر صاحب
ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور
السلام علیکم ورحمۃ اللہ

براہ کرم مندرجہ ذیل سطور اپنے موقر رسالہ میں شائع فرما کر قارئین اور دانشوران قوم کو قومی مسائل سے آگاہ فرمائیں۔ یہ صرف ایک معمر بیوہ کا مسئلہ نہیں بلکہ پاکستان کا ہر شہری صاحب جائیداد ہو یا کرایہ دار ان مسائل میں الجھا ہوا ہے۔

"کرایہ دار کے حقوق"

ایک ضعیف العمر نہایت کمزور اور معذور نے اپنی ذاتی ملکیہ دوکان عرصہ چودہ سال سے ایک معروف کروڑپتی دیندار تاجر کو معمولی کرایہ پر دے رکھی ہے۔ اگرچہ کرایہ نامہ پر میعاد کرایہ داری عموماً گیارہ ماہ ہی لکھی جاتی ہے مگر فریقین کے باہمی اعتماد اور حسن سلوک کی وجہ سے سالہا سال تک بیدخلی کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ خدا کی قدرت گذشتہ سال ادائیگی قرض۔ اجرائے وصیت اور دیگر اہم خانگی ضروریات کی بنا پر مذکورہ دوکان فروخت کر دینے کی مجبوری پیش آگئی۔ کرایہ دار سیٹھ صاحب کو گذارش کی گئی کہ اگر آپ دوکان خریدنا چاہیں تو بات کریں۔ معلوم ہوا کہ وہ اپنے کاروباری منافع کے پیش نظر دوکان خریدنے کے موڈ میں نہیں ہیں۔ فرمایا کہ آپ کسی ضرورتمند خریدار کے ساتھ سودا کرلیں۔ ہم جس طرح آپ کو کرایہ ادا کرتے آرہے ہیں نئے مالکان کو بھی اسی طرح ادا کرتے رہیں گے۔ مگر دشواری یہ ہے کہ موقع پر قبضہ حاصل کئے بغیر کوئی ضرورتمند بھی سودا کر کے اپنا سرمایہ بلاک کرنے کا خطرہ مول لینے کو تیار نہیں ہے۔

سیٹھ صاحب کو صورتحال سے آگاہ کیا گیا تو انہوں نے نہایت شفقت سے ہمدردانہ تعاون کا اظہار کیا۔ اپنی معذوریوں اور "کرایہ دار کے حقوق" کا اس طرح اظہار فرمایا کہ اُن کا کاروبار صرف ٹیلیفون پر ہی ہوتا ہے اور مختلف منڈیوں میں براہ راست مال بھجوا دیا جاتا ہے۔ آجکل ٹیلیفون کو دور یا نزدیک کسی دوسری دوکان میں منتقل کروانا دردسر کے لئے صندل کے گھسنے کا مصداق ہے۔ اگر رشوت۔ سفارش وغیرہ کا انتظام نہ ہو تو سالہا سال تک درخواست سرخ فیتہ کے چکر میں رہتی ہے۔ جب تک ٹیلیفون نئی مجوزہ دوکان میں منتقل نہ ہو اس دوران کرایہ دوکانات کون برداشت کرے گا۔ (ممکن ہے کہ نئی دوکان تلاش کرتے ہوئے "مروجہ پگڑی" کی کالک بھی نصیب دشمناں ہو)۔ الغرض سیٹھ صاحب نے کمال شفقت اور انتہائی مخلصانہ انداز میں مشورہ دیا کہ اگر مالک مکان ہمارا ٹیلیفون دوسری دوکان میں منتقل کرا دے تو ہم فوراً اپنا بوریہ بستر اٹھا کر چل دیں گے۔ غالباً سیٹھ صاحب نے مالک دوکان کے جرم ضعیفی کو مدنظر رکھتے ہوئے خیال کیا ہو کہ یہ لوگ نہ رشوت وغیرہ دیں گے نہ ٹیلیفون منتقل ہو گا اور نہ ہم دوکان چھوڑیں گے۔ سیٹھ صاحب کی دور اندیشی اور فہم و ذکاوت سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ مالک دوکان کرایہ دار کے مجوزہ غیر قانونی غیر اسلامی اور غیر اخلاقی حقوق ادا کرنے سے قاصر ہے اس لئے کرایہ دار کی بیدخلی کے لئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے۔ اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہوا تو جلد یا بدیر کوئی فیصلہ ہو ہی جائے گا، لہذا شہر کے معزز مشیران قانون سے رجوع کرنے پر انکشاف ہوا کہ جب تک مالک مکان اپنی درخواست میں یہ جھوٹ نہ بولے کہ اسے اپنے ذاتی کاروبار کے لئے دوکان خالی کرانا ہے قانون اس کی کوئی مدد نہیں کرتا، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ادائیگی قرض، اجرائے وصیت یا تقسیم ترکہ وغیرہ ضروریات کے لئے وہ جائیداد فروخت کرنا چاہتا ہے تو یہ بات کرایہ دار کی بیدخلی کا جواز نہیں بنتی لہذا بیدخلی کا دعوٰی بھی آپ کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

معزز قارئین ترجمان اسلام اور دانشوران قوم سے درخواست ہے کہ ایک معذور بیوہ جو ذاتی مفاد کے لئے نہ رشوت دینے پر آمادہ ہے نہ جھوٹ بولنا گوارہ کرتی ہے اور نہ ہی مروجہ "ظالمانہ پگڑی" کی رقم ادا کر سکتی ہے اس قانونی معصیت سے کیونکر نجات حاصل کر سکتی ہے۔

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

عبدالواحد بیگ مرحوم پینٹر
مکان ع ۔۔۔ محلہ سادات
دہلی گیٹ ، ملتان شہر

✦

بگرامی خدمت جناب
جنرل محمد ضیاالحق صاحب
صدر و چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر
پاکستان

سلام مسنون!

گذارش ہے کہ یہ اطلاعات انتہائی افسوسناک ہیں کہ ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفس گوجرانوالہ کے چند ملازمین نے محکمہ میں ہونے والے کم و بیش ۲۰ لاکھ روپے کے مبینہ غبن کا انکشاف

کیا اور حکام بالا کو اس سلسلے میں اپنی تحریری عرضداشتوں میں دستاویزی ثبوت فراہم کرنے کا یقین دلایا، مگر محکمہ نے اس بارے میں انکوائری کرانے کی بجائے مذکورہ ملازمین کے خلاف مختلف النوع کاروائیاں شروع کر رکھی ہیں جن میں ان کا دور دراز علاقہ میں تبادلہ اور ان کے خلاف جھوٹے مقدمات بھی شامل ہیں۔

آپ کی خدمت میں بطور خاص عرض ہے کہ یہ صورت حال حکومت پاکستان کی نیکنامی اور آپ کی اصلاحی مساعی کے خلاف ہے، اس لئے ازراہ کرم اس کیس میں خصوصی توجہ فرما کر مبینہ دھاندلیوں کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کا فوری حکم صادر فرمایا جائے اور مذکورہ ملازمین کے خلاف معاندانہ کاروائیوں کو رکوایا جائے تاکہ وہ پورے اعتماد کے ساتھ انکوائری میں اپنا موقف پیش کر سکیں۔

والسلام

خاکپائے اکابر

ابوعمار زاہد الراشدی

خطیب جامع مسجد شیرانوالہ باغ

گوجرانوالہ

صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب اور وزیر مملکت پاکستان ریلوے جنرل جمال سید میاں سے پڈعیدن جنکشن اسٹیشن پر میل ٹرینوں کے سابقہ اسٹاپ بحال کرنے کی پرزور اپیل

پڈعیدن کی معزز شخصیتوں جن میں حضرت مولانا تاج الدین بسمل نقشبندی، کونسلر ٹاؤن کمیٹی پڈعیدن جناب چودھری اصغر خان، حکیم عبدالکریم آرائیں، چوہدری محمد شفیع آرائیں سماجی کارکن حکیم محمود خالد مغل جنرل سیکرٹری مرکزی انجمن مغلیہ سندھ (رجسٹرڈ) پڈعیدن، اور حافظ مسعود احمد شاکر، علی بخش چوہدری، حافظ کریم بخش چشتی نے اپنے مشترکہ بیان میں جناب صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب اور وزیر مملکت پاکستان ریلوے میجر جنرل جمال سید میاں سے پڈعیدن جنکشن اسٹیشن پر میل ٹرینوں جن میں عوام ایکسپریس، تیز رو، تیز گام، خیبر میل و سپر ایکسپریس کے اسٹاپ بحال کرنے کی پرزور اپیل کرتے ہوئے کہا ہے کہ پڈعیدن جنکشن جو کہ ضلع نواب شاہ میں سب سے بڑا تجارتی مرکز اور مین لائن پر واقع ہونے کے سبب پورے تحصیل نوشہرو فیروز کے مسافروں کو کراچی تا پشاور سفر کی سہولتیں فراہم کرتا ہے۔

اس کے باوجود یہاں پر میل ٹرینوں کے اسٹاپ نہ ہونے کی وجہ سے ان مسافروں کو دن رات بے حد پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ نہ جانے کیوں پاکستان ریلوے کے آفیسران پڈعیدن جنکشن سے الرجک ہیں۔ پڈعیدن کے عوام نے ان حرکات پر شدید احتجاج کیا جو ان کو ناگوار گذرا اور ان آفیسران کو اور کچھ نہ سوجھی اور اپنے عزائم کے خلاف احتجاج پر بدلہ لینے کی غرض سے در پردہ نئے نظام کی آڑ لے کر پڈعیدن جنکشن پر سے مندرجہ بالا ٹرینوں کے اسٹاپ ختم کر دیے گئے۔ پڈعیدن کے غیور عوام کے احتجاج جو کہ ان افسران کے منظور نظر افراد کے خلاف اور ریلوے انتظامیہ کے خلاف بلند ہوا تھا کا بدلہ چکا کر ان آفیسران نے اپنی انتقامی آگ کو ٹھنڈا کرنا چاہا اور روزانہ ہزاروں روپیہ کی آمدنی سے پاکستان ریلوے کو محروم کر دیا جس کے خلاف کئی بار شہری عوام نے ریلوے انتظامیہ کی انتقامی کاروائی پر پرزور احتجاج کیا۔ لیکن ریلوے کے ان سیاہ و سفید کے مالکوں نے ایک نہ سنی۔

اس لئے صدر پاکستان سے پرزور اپیل کی جاتی ہے کہ براہ کرم پڈعیدن اسٹیشن پر سابقہ اسٹاپ مندرجہ بالا ٹرینوں کے بحال کرنے کے احکامات صادر فرما کر پاکستان ریلوے کو ہزاروں روپے کی آمدنی کے نقصان سے بچائیں اور دوسری طرف مسافروں کی دن رات کی پریشانی دور فرما کر دعائیں لیں، اور ریلوے انتظامیہ کی اس روش کا سختی سے نوٹس لیں۔

سونا خان۔ عبدالمجید، اسٹیشن ماسٹر

اور سکھر ڈویژن سب ان کی مہربانی ہے۔ ان کی وجہ سے گاڑیوں کے اسٹاپ ختم ہوئے ہیں۔

پنجاب کمیشن شاپ

کمیشن ایجنٹس ریلوے روڈ

پڈعیدن۔ ضلع نواب شاہ (سندھ)

شرکیہ گانے:

مجلس تحفظ حقوق اہلسنت جلالپور پیروالہ کا اجلاس زیر صدارت ڈاکٹر رشید احمد یزدانی منعقد ہوا۔ اجلاس نے صدر پاکستان اور گورنر پاکستان سے اپیل کی کہ ملک کو شرک آمیز فلمی گانوں سے نجات دلائی جائے۔

ریڈیو پروگراموں میں حالیہ تبدیلیاں قابل تحسین ہیں اور بہت خوشی کی بات ہے کہ ریڈیو پروگراموں میں اسلام اور نظریہ پاکستان کی ترویج کو کافی جگہ دی گئی ہے۔ اس کے باوجود ایک بات فوری توجہ کے قابل ہے کہ ریڈیو سے نشر ہونے والے فلمی گانے اکثر شرک آمیز ہوتے ہیں۔ کلمات غیر شرعی ہوتے ہیں جن میں محبوب مجازی کو نعوذ باللہ خدا کہا جاتا ہے جس سے خدائی صفات کی توہین ہوتی ہے۔ دو ایک مثال دیتا ہوں۔

ناہید اختر کی آواز میں ایک فلمی گانا نشر ہوتا ہے:

میری دنیا۔ میرا دین۔ میری عبادت ہے

کس قدر قابل افسوس بات ہے کہ غیر اللہ کو قابل عبادت کہا جائے۔ جبکہ مسلمان اس اقرار کے ساتھ ہو جاتا ہے کہ خدا تعالے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس کے علاوہ ایک گانا یہ ہے

ہم نے تو اپنا خدا مان لیا ہے تجھ کو

ہم نے اے جان وفا تیری عبادت کی ہے

ایک اسلامی مملکت میں کھلے بندوں ایسے کلمات باعث شرم ہیں۔ شرک ایک بہت بڑا جرم ہے۔ خداوند کریم نے اسے ظلم قرار دیا ہے۔ اسلام میں شرک سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔ یہ ایک ایسا جرم ہے جو خدا کے ہاں ناقابل معافی ہے (باقی ص ۲۶ پر)

طلباء کی سرگرمیاں — محمد ادریس

کنونشن کی تیاریاں مکمل کرلی گئیں۔
تاریخوں کی تبدیلی سے مزید تیاریوں کا موقع مل گیا۔
کنونشن جمعیۃ طلبہ اسلام کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہوگا۔

جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم مالیات اور کنونشن کی مجلس استقبالیہ کے صدر جناب حافظ اطہر عزیز نے ایک ملاقات میں بتایا کہ کنونشن کی تیاریاں مکمل کرلی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں اشتہارات، سٹکرز دعوت نامے اور ہدایات ارسال کی جاچکی ہیں۔ اس کے علاوہ تمام قائدین سے بھی رابطہ کرلیا گیا ہے جنہوں نے کنونشن میں شرکت کا وعدہ فرمالیا ہے — انہوں نے مزید بتایا کہ حرکتِ انقلاب اسلامی افغانستان کے امیر مولانا محمد نبی محمدی نے کنونشن اور جہاد کانفرنس میں شرکت کے سلسلے میں ہماری دعوت پر اپنے جوابی مراسلے میں اپنی مصروفیتوں کے باوجود شرکت کا وعدہ فرمالیا ہے اور کانفرنس کے انعقاد پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔

جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم عمومی جناب ندیم اقبال اعوان نے کہا کہ:

بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر کنونشن کی تاریخیں تبدیل کی گئی ہیں۔ کنونشن کی تیاریاں اگرچہ مکمل ہو چکی تھیں، لیکن اس سے ساتھیوں کو مزید تیاریوں کا موقع مل گیا ہے تاکہ وہ کنونشن کو ایک مثالی کنونشن بنا سکیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ کنونشن جمعیۃ طلباء اسلام کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہوگا۔

ضرورت ہے

جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کے مرکزی دفتر میں دفتری امور کی انجام دہی کے لئے ایک نہایت سمجھدار ساتھی کی ضرورت ہے۔ تعلیمی قابلیت کم از کم میٹرک ہو۔

مرکزی مجلس عاملہ وعمومی کا اجلاس

جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ اور مرکزی مجلس عمومی کے اجلاس ١٤ - ١٥ مارچ کو ہوں گے جس میں جمعیۃ طلبہ اسلام کی تنظیمی صورتِ حال کا جائزہ لیا جائے گا، اور آئندہ کیلئے لائحہ عمل تیار کیا جائے گا۔

تمام اراکین مجلس عمومی اسی اطلاع کو دعوت نامہ تصور کریں۔

علاوہ ازیں اس موقع پر صوبائی مجالسِ عاملہ اور صوبائی مجالس عمومی کے اجلاس بھی ہوں گے۔

ساتھی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے ضرور شریک ہوں۔

ندیم اقبال اعوان

ناظم عمومی جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان

افغانستان میں غیر ملکی بیجا مداخلت کے خلاف

جہاد کانفرنس

لاہور

۱۵/مارچ بعد نماز عشاء

مولانا محمد نبی محمدی امیر حرکت انقلاب اسلامی
افغانستان صدارت کریں گے!

شعبہ نشر و اشاعت: جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان ۴/بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور